پارہائے صُحف غنچہ ہائے قدس

اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

اللہ رسول محمد

وسیلۃ الغریب
الی جنابِ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

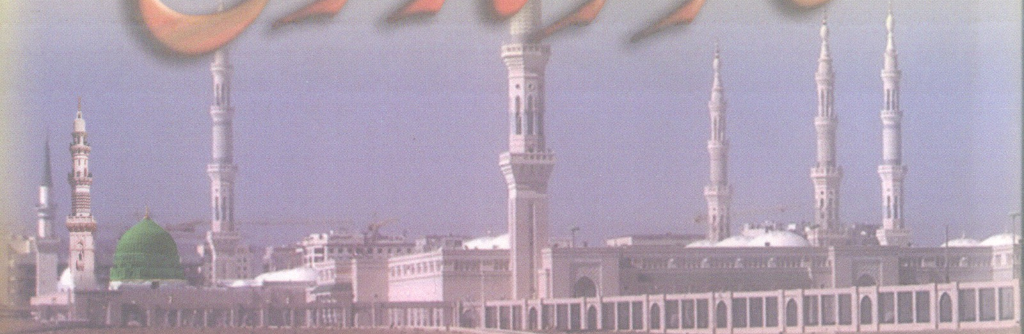

تصنیف لطیف

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ڈاکٹر یاسر کاشمیری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

پارھائے صُحف غنچہ ہائے قُدس اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

وسِیلَۃُ الغَرِیبِ

اِلٰی جنابِ الحَبِیبِ ﷺ

خانوادۂ رسُول ﷺ

تصنیف لطیف

شیخ الاسلام مخدوم محمد ھاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ ڈاکٹر یاسر کاشمیری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- داتا گنج بخش روڈ لاہو 042-37313885

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب .... وَسِیلَةُ الْغَرِیبِ اِلٰی جَنَابِ الْحَبِیبِ ﷺ

مصنف .... شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشمی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

اُردو ترجمہ .... خانوادۂ رسول ﷺ

مترجم .... ڈاکٹر یاسر کاشمیری

تاریخ اشاعت .... نومبر 2017ء

طابع .... سید محمد شجاعت رسول قادری

ناشر .... نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور

کمپیوٹر کوڈ INO170

ہدیہ .... 300 روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- گنج بخش روڈ، لاہور

فون 042-37313885-0300-4429721

Email:nooriarizvia@hotmail.com

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون:041-2626046

سلامِ عقیدت......

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
پارہائے صُحف غنچہ ہائے قُدُس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اُن کے مولا کے اُن پر کروڑوں دُرود
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی دُرود
اُن کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

(امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ)

فہرست مضامین

سلامِ عقیدت ۳

عرضِ ناشر ۸

اہل بیت نبوت منبع رشد وہدایت — جسٹس (ر) نذیر احمد غازی ۱۰

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان — مفتی سیّد صابر حسین ۱۴

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان سے محبت کی برکات — ڈاکٹر طاہر حمید تنولی ۱۸

مقدمہ از مترجم — ڈاکٹر یاسر کاشمیری ۲۳

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ حیات وخدمات ۳۴

مقدمہ از مؤلف — (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ) . ۴۸

باب اوّل: ۵۳

اہل بیت اطہار کی شان میں آنے والی آیات

باب دوم: ۶۵

اہل بیت کی شان میں آنے والی احادیثِ نبویہ

باب سوم: ۷۹

اہل بیت کے مخصوص افراد کی شان میں آنے والی خاص احادیث

باب چہارم: ۸۹

سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے حالات

سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کی کرامات مبارکہ ۹۳

سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی علمی فیصلے ۹۴
سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے حالات وواقعات ۹۵
سیّدہ مریم بنت عمران اور سیّدہ فاطمہ بنت محمد علیہما السلام میں سے افضل کون؟ ۹۶
علامہ قرطبی کا موقف: ۹۶
جمہور علماء کا موقف: ۹۷
امت محمدیہ کی افضل ترین خاتون کون......؟ ۹۸
سیّدنا امام حسن علیہ السلام کے حالات وواقعات ۱۰۰
سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے حالات وواقعات ۱۰۴
سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے شان وفضیلت میں مروی احادیث نبویہ ۱۰۷
تطبیق: ۱۱۱
حسنین کریمین علیہما السلام کی شان وفضیلت میں آنے والی احادیث ۱۱۲
تطبیق: ۱۱۶
باب پنجم: ۱۲۱

1-سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر خیر

ولادت باسعادت ۱۲۳
شہادت ۱۲۳
اولادِ پاک ۱۲۵
صاحبزادیاں ۱۲۷

2-سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا ذکر خیر ۱۲۸

ولادت باسعادت ۱۲۸
وصال مبارک ۱۲۹
سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر مبارک ۱۲۹

3-سیّدنا امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر ۱۳۰
ولادت باسعادت ۱۳۰
وصال ۱۳۰
تاریخ وصال ۱۳۱
ظاہری عمر مبارک ۱۳۱
مدت خلافت ۱۳۱
جائے مدفن ۱۳۱
اولاد سیّدنا امام حسن علیہ السلام ۱۳۲
شہزادگان سیّدنا امام حسن علیہ السلام ۱۳۲
دختران سیّدنا امام حسن علیہ السلام ۱۳۳
اولاد امام حسن علیہ السلام کربلاء میں ۱۳۳
4-سیّدنا امام حسین علیہ السلام کا ذکر خیر ۱۳۳
ولادت باسعادت ۱۳۳
شہادت سیّدنا امام حسین علیہ السلام ۱۳۳
سیّدنا امام حسین علیہ السلام کا قاتل کون ۱۳۴
ظاہری عرصہ حیات ۱۳۴
قبر مبارک ۱۳۴
سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد پاک ۱۳۵
صاحبزادگان سیّدنا امام حسین علیہم السلام ۱۳۵
دختران سیّدنا امام حسین علیہ السلام ۱۳۵
باب ششم ۱۳۷
سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی دیگر اولاد حقیقی کا بیان ۱۳۷

شہزادگان سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۳۹
شہزادہ رسول سیّدنا قاسم علیہ السلام کا ذکرِ خیر ۱۴۰
سیّدنا عبداللہ بن محمد علیہما السلام کا تذکرہ خیر ۱۴۰
سیّدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ جمیل ۱۴۱
شہزادہ رسول سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے فضائل ومناقب ۱۴۴
دختران سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ پاک: ۱۴۵
ترتیب ولادت اولاد سیّدنا عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۴۵
سیّدہ زینب بنت محمد علیہما السلام کا ذکرِ مبارک ۱۴۷
سیّدہ رقیہ بنت محمد علیہما السلام کا ذکرِ خیر ۱۵۰
سیّدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کا تذکرہ پاک ۱۵۱

عرضِ ناشر

بلاشبہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار برصغیر پاک و ہند کی اُن نابغہ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جو اپنی باوقار حیات' باکمال تحریرات اور لازوال خدمات کی وجہ سے ہماری علمی، عملی اور سماجی زندگی میں ایک سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ گوکہ 1174 ہجری کو وصال فرما گئے لیکن آپ کی تصانیف و تالیفات آج تک علمی حلقوں میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ان کا دائرہ اثر صرف برصغیر تک ہی محدود نہیں بلکہ دیارِ عرب میں بھی تشنگانِ علم کی ویسے ہی سیرابی کر رہی ہیں اور مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی کتب عالم اسلام کی مشہور ترین یونیورسٹی ''جامعۃ الازہر'' میں باقاعدہ درسی کتب کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور رسالہ ''وسیلۃ الغریب'' کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس رسالہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ اولاد پاک' سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا مختصر تذکرہ اور فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں۔ مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال مہارت سے ''دریا کو کوزے'' میں بند کیا ہے کہ انتہائی مختصر اور جامع انداز میں بنیادی معلومات کو قلمبند کر دیا ہے اور پوری تحریر میں قارئین کی توجہ اور دلچسپی کو بھی مدنظر رکھا ہے۔

ڈاکٹر یاسر کاشمیری نے اس کا ترجمہ کیا ہے جبکہ جسٹس نذیر احمد غازی' مفتی سیّد صابر حسین اور ڈاکٹر طاہر حمید تنولی جیسی علمی' ادبی اور ہردلعزیز شخصیات کے فکر انگیز مضامین

نے اس رسالہ کی اہمیت وعظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔امید ہے کہ قارئین ہماری اس کاوش کو پسند کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اہلِ بیتِ نبوت وخانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذواتِ قدسیہ کا کما حقہ احترام کرنے اور ان کی حیاتِ مبارکہ کے درخشاں پہلوؤں سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

سیّد محمد شجاعت رسول قادری

اہل بیت نبوت......منبع رُشد و ہدایت

انسانی معاشرہ اور انسانیت اپنی بقا کے لئے اعلیٰ معیار اخلاق کا تقاضا رکھتے ہیں۔انسانی معاشرے اور انسانیت پر احسانات کا عظیم ترین سلسلہ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑا ہوا ہے۔قرآن اور صاحب قرآن نے انسانیت کو ہر پہلو سے تابندہ تر کیا ہے۔اور اس تابندگی کی معرفت کا سفر اگر جاری رہے تو مقصود انسانیت کا سراغ بہر حال میسر آجاتا ہے۔

انسانیت کی روشنی کے مراکز اور منابع صافیہ تو وہ پاک وجود انسان ہوتے ہیں جو نور اللہ اور نور انبیاء علیہم السلام سے مستنیر ہوتے ہیں۔

نور اللہ کا سب سے بڑا مہبط و مرکز سیّد کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔اور اس نور کے ذیلی مراکز وہ پاکان امت ہیں جنہیں تقرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت ہی بلند درجہ حاصل ہے۔

وہ گروہِ پاکان جو ہدایت کا تقسیم کنندہ ہے، ہمیشہ ہی ہر حال میں ہر مقام پر رسول عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت کاملہ وخاصہ میں رہا ہے،قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر شہادت جلی کا اہتمام فرمایا۔

منتہائے کفر و اسلام کا وہ تاریخی معرکہ جہاں پر فیصلہ تلواروں سے نہیں روحانیت کی قوتوں کے اظہار سے ہونا تھا اس معرکہ حق و باطل کو مباہلہ کہا جاتا ہے۔دین اسلام کی نہایت تکمیلی صورت مذہبی اجارہ داروں کو برداشت نہیں ہو رہی تھی۔دلیل برہان سب

بیکار، علم کی قوت قاصر، بالآخر بارگاہ الٰہ میں اپنی نورانی قوتوں کے حوالے سے طلب فیصلہ کے لیے انعقاد مباہلہ کی دعوت دی گئی۔ قرآن مجید نے برملا ایک خدائی معیار حق بیان فرمایا۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَائَكُمْ . . . فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

(اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) اگر اس معاملہ میں آپ کے پاس صحیح علم آجانے کے بعد وہ (عیسائی) آپ سے حجت بازی کرے تو آپ ان سے کہہ دیں، کہ آؤ ہم اپنے اپنے بیٹوں، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر مباہلہ کریں (بارگاہِ خدا میں دعا والتجا کریں) اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔ (آل عمران 61)

روشنی کے معیار اور انسانیت کے لئے ضیاء بار کردار کا تعین فرمایا۔ اسلام کے معتبر ترین ذریعہ علم وحکمت، ہدایت واحکام قرآن۔ قرآن مجید سے لے کر قیاس عقلی تک، ہر مصدور ومعیار نے گواہی دی کہ

کوئی صورت نہیں بنتی، مگر ہاں ایک بھروسہ ہے
علیؑ کا فاطمہؑ کا آپؐ کا شبیرؑ و شبرؑ کا

استحکام اسلام اور بقائے انسانیت کے لئے یہ سفینہ نجات ہیں، ان شجرہ ہائے ہدایت کی نشونما آب تطہیر سے ہوئی ہے۔ یہ سراپا ہیں ہدیت کا، یہ پیکر ہیں اعلیٰ انسانیت کا، روحانیت کے دروازے پر خیرات کے تقسیم کار یہی نفوس قدسیہ ہیں۔ محبت الٰہی کا محور اور نشان فوز انہی کی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ مرکز کائنات ہیں، محبت کے اتصالی زاویے انہی کی برکات سے وسعت پاتے ہیں۔

حب اللہ کیا ہے؟ محبت حبیبؐ کی

جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے

خدائے لم یزل کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی محبت کو اپنے رب کی محبت قرار دے کر اُسے انہی نفوس قدسیہ کی محبت کے آئینے میں دیکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ قول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہایت درجہ اہم ہے: سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ایک رات میں نے اپنے کسی کام کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائے تو اپنی چادر میں کسی چیز کو لپیٹے ہوئے تھے۔ مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کیا چیز ہے۔ جب میں نے اپنی ضرورت پوری کرلی تو عرض کیا: یارسول اللہ! آپ یہ کیا چیز لپیٹے ہوئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چادر ہٹائی تو چادر کے نیچے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تھے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں کولھوں سے چمٹے ہوئے تھے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور اس سے بھی پیار رکھ جو ان دونوں سے عقیدت و محبت رکھتا ہے۔

مسجد، منبر، کاشانہ اقدس، برسر مجلس، برسر بازار، حالت امن اور کارزارِ حرب میں اسی محبت کی تاکید کے لئے تلقین اور اسی محبت کا غایت درجہ اظہار خود پناہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس کی جانب سے ہوا کرتا تھا۔

کیا نصوص عالیہ اور کیا شہادت غالیہ کسی جگہ بھی تو اس روشن حقیقت اور شفاف معیار کا انکار تو کجا ہلکی سی کمزوری بھی نظر نہیں آتی۔ اہل ایمان اس مرکزی عقیدہ محبت کو ایقان کی دولت کا اصل زر جانتے ہیں۔ ہاں اگر نفاق کے پردے دلوں پر حاوی ہو جائیں تو دل بھٹکتے ہیں، قدوم عزیمت پھسلتے ہیں۔ خود پرستی کے خوگر، خداپرستی سے بے بہرہ ہو کر اس گروہ پاکان کی محبت کو اپنے آئینہ ایمان میں دھندلا دیکھتے ہیں۔

ایک عرصہ سے یہ جفا کاری کا بازار گرم ہے۔ لیکن نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشن قلوب اپنی ضیا پاشی کا اہتمام ہر دور میں رکھتے ہیں۔

حضرت امام المحدثین امام عبد الرحمان النسائی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کے حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ تک ایک قطار ادب میں عقیدتوں کا علمی نذرانہ لئے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گردنیں جھکائے تسلیمات بجالا رہے ہیں اور دفاع اہلیت میں ارمغان تحقیق لئے سند غلامی کی تائید طلب کر رہے ہیں۔

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک وہند کی متوازن الفکر اور وسیع العلم شخصیت ہیں جنہوں نے بہت سے اہم اسلامی موضوعات کو اپنی محققانہ تصانیف میں سمیٹا ہے۔ ان میں سے ایک اہم کتاب ہے "وسیلۃ الغریب الی جناب الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہے

عزیز القدر ڈاکٹر یاسر کاشمیری نے اس کتاب کا ماہرانہ اور سلیس ترجمہ کیا اور اہل ذوق کی خدمت میں پیش کیا۔ ترجمہ بہت ہی جاذب توجہ ہے۔ اصل کتاب کا گمان گزرتا ہے۔ اس نوعمری میں اتنا پختہ انداز بیان محض توفیق الٰہی سے ہی ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس علمی وادبی کاوش کو اپنی بارگاہ کرم نواز میں قبول فرمائے اور مصنف ومترجم کو دارین کے انعامات سے نوازے۔

دعا گو

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی

اینکر پرسن پروگرام "صبح نور" 92 نیوز لاہور

اہلِ بیت کرام علیہم الرضوان

اہلِ بیتِ کرام کی عظمت و رفعت پر گفتگو سے قبل لفظ اہلِ بیت کی تعبیر وتشریح ضروری ہے۔ اہلِ بیت کے لفظی معنیٰ ''گھر والے'' کے ہیں جبکہ شرعی اعتبار سے یہ اصطلاح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں رہنے والے نفوسِ قدسیہ کے لئے استعمال ہوتی ہے یعنی اہلِ بیتِ اطہار سے مراد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے گھر والے ہیں۔علماءِ محققین نے اہلِ بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے زمرے میں جن احباب کو شامل فرمایا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) جن پر زکوٰۃ لینا حرام ہے یعنی بنو ہاشم حضرت عباس، حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت حارث رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اولاد

(۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں پیدا ہونے والی اولاد

(۳) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے گھر مبارک میں رہنے والی اَزواجِ مطہرات

(۴) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے گھر میں کثرت سے آنے جانے والے خدّامِ خاص جیسے حضرت زید بن حارثہ، حضرت سلمان فارسی اور حضرت اُسامہ بن زید علیہم الرِّضوان

اِس اعتبار سے اہلِ بیت کی تین صورتیں بنتی ہیں:

(۱) اہلِ بیت نسب (۲) اہلِ بیت سُکنیٰ (۳) اہلِ بیت ولادت

اہلِ بیت نسب سے مراد وہ گھر والے ہیں، جو باپ یا دادا کے نسب کی وجہ ہوتے ہیں، جیسے چچا اور پھوپھی وغیرہ، اہلِ بیت سکنیٰ وہ ہیں، جو نکاح یا کسی اور سبب سے گھر میں رہ رہے ہوں، جیسے ازواج وغیرہ اور اہلِ بیتِ اولاد سے مراد وہ ہیں، جو گھر میں پیدائش کی وجہ سے ہوں جیسے بیٹے بیٹیاں اور اُن کی اولاد وغیرہ۔ چونکہ اہلِ بیت کے لفظ میں یہ تینوں ہی معنیٰ موجود ہیں، لٰہذا جب مطلق یہ لفظ بولا جائے، تو پھر اِس سے مراد یہ تینوں قسم کے طبقات لئے جاتے ہیں۔ اِن میں سے کسی ایک کو بھی نکال کر مفہوم بیان کرنا معنوی اور اصطلاحی دونوں اعتبار سے درست نہیں ہے۔

ہمارے ہاں عام طور پر جب اہلِ بیت کا لفظ کہا جاتا ہے، تو اِس سے مراد پنجتن پاک لئے جاتے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی، حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، حسنین کریمین اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نفوسِ قدسیہ اہلِ بیتِ کرام میں بدرجۂ اتم شامل ہیں اور اِس حوالے سے قرآنِ مجید کی آیتِ تطہیر اور آیتِ مباہلہ شاہد ہیں کیونکہ اِن آیاتِ کریمہ کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اول الذکر حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنی چادر مبارک میں لے کر اور ثانی الذکر میں عیسائیوں کو دعوتِ مباہلہ دیتے وقت اپنے ساتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ میرے اہلِ بیت یعنی گھر والے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اِس فرمانِ عالیشان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا قرینِ قیاس نہیں ہے کہ ان کے علاوہ دیگر افراد اہلِ بیت میں سے نہیں کیونکہ اِس طرح کی سوچ قرآنِ مجید کی آیت کی صحیح مصداق نہیں ہے۔ کیونکہ آیتِ تطہیر کے سیاق وسباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی اَزواجِ مطہرات بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں۔ جیسا کہ اِسی آیت کی تفسیر میں امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلی علیہ الرحمہ کے خلیفۂ مجاز صدر الافاضل مفتی سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”اِس آیت سے اہلِ بیت کی فضیلت ثابت ہوتی

ہے اور اہلِ بیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب داخل ہیں، آیات واَحادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، صفحہ نمبر 760، مطبوعہ پاک کمپنی رجسٹرڈ)"۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ بیتِ اطہار میں اہلِ بیتِ اولاد، سُکنیٰ اور نسب تینوں شامل ہیں۔ اِس حوالے سے دو قسم کی شدّت نظر آتی ہیں کہ بعض اَحباب اہلِ بیت میں صرف پنجتن پاک کو لیتے ہیں اور اَزواجِ مطہرات و دیگر اہلِ بیتِ سُکنیٰ کو شامل نہیں کرتے اور بعض کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ صرف ازواجِ مطہرات ہی کو اہلِ بیت میں شامل کرتے ہیں اور حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسنین کریمین کو اِس میں شامل نہ کرکے ایک بہت بڑے ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں جبکہ سوادِ اعظم اہلِ سنت کا موقف اِس اِفراط وتفریط سے پاک ہے، جو درجِ بالا سطور میں بیان کردیا گیا ہے۔

اب قرآن وحدیث کی روشنی میں اہلِ بیت کرام کی شان وعظمت کو سمجھتے ہیں۔ سورۃ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی یعنی (اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر قرابت کی محبت، (سورۃ الشوریٰ، آیت:23)۔ صحیح بخاری میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اِس آیت میں قرابت والوں سے مراد حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک ہے۔

اہلِ قرابت میں حضرت علی، حضرت خاتونِ جنت اور حسین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے شامل ہونے کے بارے میں ایک حدیث موجود ہے کہ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے قرابت والے کون ہیں کہ جن کی

محبت ہم پر ضروری ہے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے یعنی حسن و حسین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔ بہر حال یہ آیتِ کریمہ اہلِ بیت اطہار کی شان و عظمت پر بہت بڑی دلیل ہے کہ مسلمانوں پر اہلِ بیت کی محبت اور اُن کے احترام کو واجب قرار دیا گیا ہے اور یہ مطالبہ بھی دراصل مسلمانوں کے اپنے فائدے کے لئے ہی ہے کہ اہلِ بیت کی محبت سے دراصل ایمان کی حفاظت ہوتی ہے اور انہیں اِس محبت کی وجہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

جامع ترمذی ابواب المناقب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ اُس نے تمہیں ہر طرح کی نعمت سے مالا مال کیا ہے۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے اور تم پر شفقت فرماتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اور تم مجھ سے بھی محبت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میری محبت کے بغیر نہیں ملتی اور اِس کے بعد فرمایا کہ تم میرے اہلِ بیت سے محبت کرو تاکہ تمہیں میری محبت نصیب ہو سکے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے گھر والوں کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، جو اِن کی محبت پر سوار ہوا، اُس نے نجات پالی اور جس نے اِن کی مخالفت کی (یعنی ان سے عداوت و دشمنی رکھی) وہ ہلاک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خانوادۂ اقدس سے تعلق رکھنے والے تمام اہلِ بیت اطہار کی سچی محبت نصیب فرمائے اور ان کی محبت کو ہماری دنیوی و اُخروی کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنائے، اٰمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

مفتی سیّد صابر حسین

مؤسس دار الاقتصاد الاسلامی

استاذ الفقہ ''جامعہ نعیمہ لاہور''

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان سے محبت کی برکات

اہل بیت نبوت یعنی ازواج مطہرات اور سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ زہرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے گھرانے سے تعلق ذات نبوت سے تعلق کی پختگی کا باعث ہے۔ یہ تعلق نہ صرف دین پر کاربند رہنے میں استقامت عطا کرتا ہے بلکہ ایمان کو بھی جلا بخشتا ہے جس کی برکات دنیا اور آخرت میں اظہر من الشّمس ہیں۔ انہی نفوس قدسیہ کی شان اقدس میں خالق کائنات اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں سورہ احزاب میں ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطْهِيرًا.

”بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اہل بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے“۔

یہ آیہ مبارکہ اہل بیت کی شان بیان کر رہی ہے۔ طبرانی نے المعجم الاوسط میں بیان کیا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: یہ آیت پانچ ہستیوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بارے میں نازل ہوئی

ترمذی کی الجامع الصحیح کے مطابق حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نماز

فجر کے لئے نکلتے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:

''اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیت مبارکہ پڑھتے) اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو خوب پاک وصاف کردے''۔

امام مسلم نے الصحیح میں بیان کیا کہ حضرت صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت باہر تشریف لائے درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر سیاہ اون سے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے۔

''پس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چادر میں داخل ہوگئے، پھر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: اے اہل بیت! اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو خوب پاک وصاف کردے''۔

اہل بیت اطہار کی محبت کا مقام اور اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ قرآن حکیم میں سورہ الشوریٰ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''فرما دیجئے: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر میری قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)''۔

صاحب تفسیر کبیر حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

''جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے وہ کون رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پرواجب کردی گئی ہے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ علی، فاطمہ اوران کے دونوں فرزند (امام حسن وامام حسین) رضی اللہ عنہم ہیں''۔

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ مزید رقمطراز ہیں کہ اہل بیت کی محبت دنیااور آخرت میں اللہ کی رضامندی اور برکات کے حصول کاباعث ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایاکہ:

''جواہل بیت کی محبت میں مرااس نے شہادت کی موت پائی''۔

''آگاہ ہوجاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مراوہ گناہوں سے تائب ہوکرمرا''۔

''خبردار ہوجاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مراوہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا''۔

''آگاہ ہوجاؤ، جو اہل بیت کی محبت میں مرا اسے حضرت عزرائیل علیہ السلام (موت کے فرشتے) اورمنکرنکیر جنت کی بشارت دیں گے''۔

''آگاہ ہوجاؤ جواہل بیت کی محبت میں مرااس کوایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایاجائے گاجیسے دلہن کواس کاشوہر گھر لے جاتاہے''۔

''خبردارہوجاؤ۔ جواہل بیت کی محبت میں مرااس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے''۔

اہل بیت سے محبت صحابہ کرام اوراکابرین امت کاوتیرہ رہا۔صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور آئمہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہمیشہ اہل بیت اطہار سے محبت اور تعظیم وتکریم کرتے رہے۔خلیفہ اول حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی محبت کااظہاران الفاظ میں کیا:

"خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھ کو اپنے اقرباء سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء محبوب تر ہیں"۔

خلیفہ ثانی حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی اولاد سے زیادہ اہل بیت اطہار سے محبت فرمایا کرتے تھے اور ہر موقع پر ان کو فوقیت دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ہزار ہزار درہم دیئے اور اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف پانچ سو درہم دیئے تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا امیر المومنین! میں حضور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کیا کرتا تھا۔ اس وقت حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم دیئے اور مجھے صرف پانچ سو درہم دیئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بیٹا! پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ماں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، نانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام کی غرض سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا: اگر آئندہ آپ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی کو میرے پاس بھیج دیا کریں یا خط لکھ کر مجھے بلا لیا کریں۔ آپ کے آنے سے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔

حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کی ظاہر و پوشیدہ نادار لوگوں پر خوب خرچ کر کے ان کی قربت حاصل کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک نادار آدمی کو خفیہ طور پر بارہ ہزار درہم بھجوائے اور

اپنے ساتھیوں کو بھی اہل بیت کی تعظیم کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اہل بیت سے بے پناہ عقیدت و محبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا: جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کی راہ پر چل رہے ہیں جو ہلاکت اور جہالت کے سمندر میں غرق ہیں تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینے میں سوار ہو گیا اور وہ نجات کا سفینہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔

حضرت سیّدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جب عباسی حاکم جعفر بن سلیمان نے زدو کوب کیا اور کوڑوں سے آپ کے جسم مبارک کو مارنا شروع کیا تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو حاضرین سے فرمایا: میں نے اس اذیت دینے والے کو معاف کر دیا ہے تو لوگوں نے اس معافی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ اگر اسی حالت میں میری موت واقع ہو جائے اور حضور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہو جائے تو مجھے اس وقت ندامت و شرمندگی نہ اٹھانی پڑے کہ میری وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک قرابت دار کو عذاب دوزخ کا مزہ چکھنا پڑے۔

حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اہل بیت اطہار کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ جب کوئی اولاد اہل بیت سے ان کے پاس آتا تو اپنی جگہ سے اٹھ جاتے اور انہیں مقدم فرمایا کرتے اور خود ان کے پیچھے بیٹھتے تھے۔

الغرض! اہل بیت کرام سے محبت اہل ایمان کا وہ راستہ ہے جس پر تمام اکابرین امت کاربند رہے، اور یہی محبت ملت کو دین حق پر استقامت اور باہمی وحدت عطا کر سکتی ہے۔

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

ڈپٹی ڈائریکٹر ''اقبال اکیڈمی لاہور''

مقدمہ از مترجم

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے علم وادب کے حوالے سے بین الاقوامی شہرت یافتہ شہر ٹھٹہ سے تعلق رکھنے والے اٹھارویں صدی عیسوی کے عظیم محدث، یگانہ روزگار فقیہ اور قادر الکلام شاعر تھے۔ کلہوڑا دور کے حاکمِ سندھ میاں غلام شاہ کلہوڑا نے انھیں ٹھٹہ کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر کیا، مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بدعات اور غیر شرعی رسومات کے خاتمے کے لیے حاکم وقت سے حکم نامے جاری کرائے۔ آپکے وعظ، تقریروں اور درس وتدریس سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ مخدوم ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف وتالیفات عربی، فارسی اور سندھی زبانوں میں ہیں۔ آپ نے فقہ، قرآن، تفسیر، سیرت، حدیث، قواعد وانشاء، عقائد، ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سمیت تقریباً تمام اسلامی موضوعات پر لاتعداد کتب تالیف کیں، جن کی کی تعداد کچھ محققین کے اندازے کے مطابق 300 سے زائد ہے۔ ان کی گراں قدر تصانیف مصر کی جامعۃ الازہر کے نصاب میں شامل ہیں۔ ان کے مخطوطات کی بڑی تعداد بھارت، سعودی عرب، ترکی، پاکستان، برطانیہ اور یورپ کے بہت سے ممالک کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ پاکستان خصوصاً سندھ اور بیرونِ پاکستان میں ان مخطوطات کی دریافت کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ تمام مسالک کے ہاں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کی علمی، ادبی اور سماجی خدمات کا دائرہ کار بھی بہت وسیع ہے۔ اپنی تقریر وتحریر اور عقائد ونظریات میں آپ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال وافعال کی پوری

اپنے ساتھیوں کو بھی اہل بیت کی تعظیم کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اہل بیت سے بے پناہ عقیدت ومحبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا: جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کی راہ پر چل رہے ہیں جو ہلاکت اور جہالت کے سمندر میں غرق ہیں تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینے میں سوار ہوگیا اور وہ نجات کا سفینہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔

حضرت سیّدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جب عباسی حاکم جعفر بن سلیمان نے زدو کوب کیا اور کوڑوں سے آپ کے جسم مبارک کو مارنا شروع کیا تو آپ بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو حاضرین سے فرمایا: میں نے اس اذیت دینے والے کو معاف کردیا ہے تو لوگوں نے اس معافی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ اگر اسی حالت میں میری موت واقع ہوجائے اور حضور سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوجائے تو مجھے اس وقت ندامت وشرمندگی نہ اٹھانی پڑے کہ میری وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک قرابت دار کو عذاب دوزخ کا مزہ چکھنا پڑے۔

حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اہل بیت اطہار کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ جب کوئی اولاد اہل بیت سے ان کے پاس آتا تو اپنی جگہ سے اٹھ جاتے اور انہیں مقدم فرمایا کرتے اور خود ان کے پیچھے بیٹھتے تھے۔

الغرض! اہل بیت کرام سے محبت اہل ایمان کا وہ راستہ ہے جس پر تمام اکابرین امت کاربند رہے، اور یہی محبت ملت کو دین حق پر استقامت اور باہمی وحدت عطا کرسکتی ہے۔

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

ڈپٹی ڈائریکٹر ''اقبال اکیڈمی لاہور''

مقدمہ از مترجم

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے علم و ادب کے حوالے سے بین الاقوامی شہرت یافتہ شہر ٹھٹہ سے تعلق رکھنے والے اٹھارویں صدی عیسوی کے عظیم محدث، یگانہ روزگار فقیہ اور قادر الکلام شاعر تھے۔ کلہوڑا دور کے حاکمِ سندھ میاں غلام شاہ کلہوڑا نے انھیں ٹھٹہ کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر کیا، مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بدعات اور غیر شرعی رسومات کے خاتمے کے لیے حاکم وقت سے حکم نامے جاری کرائے۔ آپکے وعظ، تقریروں اور درس و تدریس سے متاثر ہوکر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ مخدوم ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف و تالیفات عربی، فارسی اور سندھی زبانوں میں ہیں۔ آپ نے فقہ، قرآن، تفسیر، سیرت، حدیث، قواعد و انشاء، عقائد، ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سمیت تقریباً تمام اسلامی موضوعات پر لاتعداد کتب تالیف کیں، جن کی کی تعداد کچھ محققین کے اندازے کے مطابق 300 سے زائد ہے۔ ان کی گراں قدر تصانیف مصر کی جامعۃ الازہر کے نصاب میں شامل ہیں۔ ان کے مخطوطات کی بڑی تعداد بھارت، سعودی عرب، ترکی، پاکستان، برطانیہ اور یورپ کے بہت سے ممالک کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ پاکستان خصوصاً سندھ اور بیرونِ پاکستان میں ان مخطوطات کی دریافت کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ تمام مسالک کے ہاں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کی علمی، ادبی اور سماجی خدمات کا دائرہ کار بھی بہت وسیع ہے۔ اپنی تقریر و تحریر اور عقائد و نظریات میں آپ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال و افعال کی پوری

طرح پیروی کرنے والے ہیں۔ اپنی تمام تر تصانیف و تالیفات میں آپ نے جا بجا ان ذوات قدسیہ سے اپنی سچی محبت و عقیدت کا بڑے عمدہ پیرائے میں ذکر کیا ہے اور وہ لوگ جو دین اسلام کے متفق علیہ مبادی اور منابع کے حوالے سے لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا کر رہے تھے ان کا بھرپور رد فرمایا ہے۔ اپنی اس کتاب ''وَسِیلَۃُ الْغَرِیبِ اِلٰی جَنَابِ الْحَبِیبِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم'' کی غرض تالیف بیان کرتے ہوئے بڑے دکھ کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ میں یہ کتاب صرف اور صرف ان لوگوں کے باطل خیالات و افکار کے رد میں لکھ رہا ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت اطہار سے محبت کرنے کو گمراہی اور رافضیت یا تشیع کا نام دیتے ہیں اور سادہ دل لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ ''پنجتن پاک'' سے مراد معروف و مشہور پانچ ذوات قدسیہ نہیں ہیں۔۔ ایسے ہی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بارہ ائمہ اہل بیت سے عقیدت و محبت رکھنا (نعوذ باللہ) کفر ہے۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس دکھ درد سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ کچھ فتنہ پرور لوگ معاشرے میں موجود ہوتے ہیں جن کا ایجنڈا خارجیت و ناصبیت کو فروغ دے کر ادب و تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور محبت اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ختم کرنا ہوتا ہے۔ وہ اہل بیت کے ذکر کا طعنہ دیتے ہیں اور پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ تم شیعہ ہو گئے لیکن ہمیں کسی کے پروپیگنڈے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کیا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت کی نسبت اور اہل بیت کے ساتھ تعلق کی پختگی میں ہمارا ایمان اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ کسی کے پروپیگنڈہ کے ڈر سے چپ کر کے بیٹھ جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد پاک کا ذکر کرنا چھوڑ دیں۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔۔۔! کیونکہ ہمارے اسلاف کی روایات اور اقدار بتاتی ہیں کہ امام مالک نے کوڑے کھا کر اہل بیت اطہار کی محبت کی راہ نہیں چھوڑی۔۔۔ امام اعظم کا جنازہ جیل سے اٹھا، مگر مودّت نہیں چھوڑی۔۔۔ امام شافعی پر رافضی/ شیعہ ہونے کی تہمت لگی، مگر

مودّت نہیں چھوڑی۔۔۔ امام احمد بن حنبل نے کوڑے کھائے، مگر محبت نہیں چھوڑی۔۔۔تو پھر ہم کیوں اپنا طریق چھوڑتے ہیں۔۔۔؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اہل بیت اطہار کے ساتھ محبت ومودّت کو ملاحظہ کرنا ہوامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر سب سے عظیم کتاب ''مناقب امام ابی حنیفہ'' (امام موفق بن احمد المکی) میں لکھی یہ روایت ملاحظہ کریں: ''حضرت عبداللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ گئے تو سیّدنا امام محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: آپ کی حرمت اور تعظیم وتکریم میرے اوپر اس طرح واجب ہے جس طرح صحابہ کرام پر تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم واجب تھی''۔یعنی جو تعظیم وتکریم صحابہ کرام آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا کرتے تھے، میں اسی طرح وہ تعظیم آپ کی کرتا ہوں چونکہ آپ کی حرمت وتعظیم اور محبت اور مودّت میں مجھے حرمت وتعظیم اور مودّت ومحبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آتی ہے۔(المناقب للموفق المکی صفحہ 168)

ایسے ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اہل بیت اطہار سے شدید محبت ومودّت تھی۔ حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستیوں کے پاس اگر کوئی مسئلہ پوچھنے جاتا تو فرماتے: ''مالک کے پاس چلے جاؤ، ہم اہل بیت کا علم اس کے پاس ہے''۔

آپ آئمہ اہل بیت کے شاگرد تھے اور ان کی محبت ومودت میں فنا تھے۔ایک طلاق کے مسئلے کو بہانہ بنا کر بنوعباس کے حکمرانوں نے ان کو محبت ومودتِ اہل بیت کی سزادی۔ یہاں تک کہ ان کے سر اور داڑھی کو مونڈھ دیا اور سواری پر بٹھا کر مدینے کی گلیوں میں گھمایا اور حکم دیا کہ سب کو بتاؤ کہ میں امام مالک ہوں۔آپ کہتے جاتے: جو مجھے پہچانتا ہے پہچان لے کہ میں کون ہوں اور جو مجھے اس حال میں دیکھ کر نہیں پہچان رہا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں۔(امام مالک۔۔ابوزہرہ ص 80)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اہل بیت کی محبت ومودّت کی وجہ سے کچھ لوگوں نے

شیعہ اور رافضی ہونے کے فتوے اور تہمت لگائی۔ امام شافعی نے اپنے دیوان میں ایک رباعی لکھی:

یَا آلَ بَیتِ رَسُولِ اللّٰہِ حُبُّکُم
فَرضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی القُرآنِ اَنزَلَہُ

''اے اہل بیت رسول تمہاری محبت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض کردی ہے اور اس کا حکم قرآن میں نازل ہوا ہے''۔

یَکفِیکُم مِن عَظِیمِ الفَخرِ اَنَّکُم
مَن لَم یُصَلِّ عَلَیکُم لَا صَلَاۃَ لَہٗ

''(اے اہل بیت!) تمہاری عظمت اور تمہاری شان اور تمہاری مکانت کی بلندی کے لئے اتنی دلیل کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی''۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِن کَانَ رَفضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلیَشھَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّی رَافِضٌ

''اگر آلِ محمد سے محبت کرنے کا نام رافضی/ شیعہ ہوجانا ہے تو سارا جہان جان لے کہ میں رافضی ہوں''۔

اہل بیت اطہار کے حوالے سے منفی رجحان رکھنے والے ان لوگوں کے خیالات و افکار سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ وہی لوگ ہیں جن کی قیادت و سرپرستی یزید، ابن زیاد، شمر ذی الجوشن اور خولی جیسے بدبخت کر رہے ہیں۔ کتب تاریخ میں موجود ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرانور یزید کے سامنے گیا تو اس نے تمثیلاً یہ اشعار پڑھے۔

لَیتَ اَشیَاخِی بِبَدرٍ شَھِدُوا

جَزعَ الخَزرَجِ فِی وَقعِ الاَسَلِ

قَد قَتَلنَا الضِعفَ مِن اَشرَافِکُم

وَعَدَلنَا مَیلَ بَدرٍ فَاعتَدِل

اے کاش! بدر میں قتل ہونے والے میرے اشیاخ بنوخزرج کا نیزوں کی ضربوں سے چیخنا چلانا دیکھتے۔ہم نے تمہارے دوگنا اشراف کو قتل کر دیا ہے اور یوم بدر کے میزان کے جھکاؤ کو برابر کر دیا ہے"۔(البدایۃ والنہایۃ، 8:192)

لیکن ان لوگوں کو سوچنا چاہیئے کہ کل بروز قیامت آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دیں گے!انہیں حضرت ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہا کے وہ کلمات یاد رکھنے چاہیں جو انھوں نے واقعہ کربلا کے بعد دمشق سے آنے والے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے اجڑے اور لٹے پٹے قافلہ کو دیکھ کر اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ باہر آکر روتے ہوئے کہے تھے۔جن کا مفہوم یہ تھا:"لوگو! کیا جواب دو گے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری امت ہونے کے باوجود کیا کیا؟ میرے بعد میری اولاد اور اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ کہ ان میں سے بعض کو تم نے اسیر کیا اور بعض کا خون بہایا۔میں نے تمہیں جو وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرے قرابت داروں سے برا سلوک نہ کرنا۔لوگو! اس وصیت کی جزا یہ تو نہ تھی"۔(البدایہ والنہایہ، 8:198)

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ وہ ذات گرامی جس نے ہمیں شرک کی آلودگیوں سے نکال کر توحید کا نور دیا۔۔۔گمراہی اور ضلالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور اسلام کی روشنی عطا کی۔۔۔جس نے اس گری ہوئی انسانیت کو عظمت کا بام عروج عطا کیا۔۔۔ایمان، اسلام، احسان، تقویٰ اور زہد کی منزلیں دی۔۔۔ہدایت دی، قرآن دیا

اور قیامت تک کے لئے ہمیں آخر الامم اور خیر الامم بنایا۔ ہماری خاطر کبھی سرزمین مکہ میں کفار کے طعنے سنے اور کبھی طائف میں پتھر کھائے، ہماری کامیابی کی خاطر گھر بار چھوڑا اور راہ ہجرت اختیار کی۔ وہ ذات جو اپنی ولادت سے وصال تک مسلسل امت کی بخشش کی دعا کرتی رہی، اور ہر سال قربانی کے موقعہ پر اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتی رہی، اپنا سب کچھ لٹا کر اس تبلیغ رسالت کے بعد فرمایا: قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا بس اتنا کرنا کہ میری قرابت کا حیا کرنا۔ میں دیکھوں گا میرے بعد میری اہل بیت اور میرے شہزادوں کے ساتھ کیا کرتے ہو! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے پوچھ لیا کہ امام حسین وہ تھے جن کو میں نے اپنا بیٹا کہا اور حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن کے ساتھ ملا کر اپنی چادر میں ڈھانپا تھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي کہ اے اللہ یہ میری اہل بیت ہیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے اس سلوک اور اپنے احسان کے بارے پوچھ لیا تو ہم کیا جواب دیں گے۔۔۔؟

اور پھر مسند امام احمد بن حنبل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے: اے میرے اہل بیت! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یاد رکھو! کسی بھی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تم سے میری قرابت کی خاطر تم سے محبت نہ کرے۔" (مسند احمد بن حنبل، 1/1772)

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے کہ امام حسن مجتبیٰ فرماتے ہیں کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ شَيْءٍ اَسَاسٌ وَ اَسَاسُ الْاِسْلَامِ حُبُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَحُبُّ اَهْلِ بَيْتِهٖ

یعنی ہر شے کی ایک بنیاد ہوتی ہے، اسلام کی بھی ایک بنیاد ہے۔ اسلام کی بنیاد دو محبتیں ہیں: ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی محبت، دوسری اہل بیت کی محبت''۔

اسی لیے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بے شک مجھے اپنے قرابت داروں کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دواروں سے حسن سلوک کرنا زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔ (الشفاء قاضی عیاض ص 38)

سیّدنا ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سیّدنا عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کو دیکھتے تو احتراماً اپنی سواریوں سے نیچے اُتر آتے تھے، بلکہ حضرت عمر فاروق اپنے دورِ خلافت میں سیّدنا عباس بن عبدالمطلب سے بارش کی دعا کی درخواست کرتے تھے اور اُن کی دعا قبول بھی ہوتی تھی۔ جب آپ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابہ کرام کے عطیات مقرر کئے تو اپنے سیکرٹری سے فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے افراد کے نام لکھو اور ان میں آپ کی ازواجِ مطہرات کے بعد بنی عبد مناف کے نام لکھو اور ان میں سے پہلے حضرت علی اور پھر امام حسن و امام حسین کے نام لکھو۔

اُن پاکان خدا کا عمل تو یہ تھا۔۔۔ لیکن آج کے نام نہاد دانشور نہ جانے کس رستے پر چل پڑے ہیں۔۔۔ مشہور اہل حدیث عالم دین جناب سیّد ابو بکر غزنوی نے زمانہ حال کے ایسے ہی دانشوروں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

ساتھیو! اپنے حریم دل میں جھانک کر دیکھو، اگر اس دل میں اہل بیت کی محبت اور بالخصوص سیّدنا امام حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہما کی محبت نہیں پاتے ہو تو تم یقین کر لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریبِ نفس ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک حتیٰ کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن مبارک بھی انہیں عزیز تھا۔ پھر آہ صد ہزار آہ حرماں! اگر تم اپنے سینوں کو سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی محبت سے خالی پاتے ہو تو یہ بہت بڑی محرومی ہے اور شقاوت۔ تم یقین کرو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اگر تمہارے رگ وپے میں اتر جائے تو ان کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

آہ! یہ کیسی للہیت کی موت اور ایمان کی جان کنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس جگر گوشہء بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔ وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وہ جن کی جوتیوں کے صدقے تمہیں ایمان واسلام کی معرفت حاصل ہوئی، تمہیں کیا ہوا کہ تم انہی کی عیب چینیاں کرتے ہو، پھر اس عیب چینی اور خردہ گیری کے لئے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سوا کوئی جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب ولہجہ کو دیکھو، یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے شمر ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنایا ہے۔ (ریحان عترت ص 507-508)

میں یہاں ایک اور قابل غور بات بھی عرض کردوں کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیّدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اور سیّدہ ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہا سے جملہ اولاد مبارک (سیّدہ زینب، سیّدہ ام کلثوم، سیّدہ رقیہ، سیّدہ فاطمہ، سیّدنا قاسم، سیّدنا عبد اللہ اور سیّدنا ابراہیم علیہم السلام اجمعین) کے مختصر حالات وتذکار پر مشتمل ہے۔ علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیّدہ خدیجہ الکبریٰ سے چھ اور سیّدہ ماریہ قبطیہ سے ایک اولاد تھی۔ جیسا کہ مشہور شیعہ عالم دین جناب شیخ صدوق نے اپنی تصنیف "کتاب الخصال کے باب نمبر 9 صفحہ نمبر 358 پر اور "امالی" کی مجلس نمبر 67 کے صفحہ نمبر 262 پر بڑی وضاحت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تھے۔۔۔۔

ایک اور نہایت ہی قابل توجہ بات یہ ہے کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس رسالہ میں جابجا لکھا ہے ''جب میں مدینہ منورہ گیا تو میں نے اپنی آنکھوں سے اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کے مزارات کا مشاہدہ کیا''۔۔۔یاد رہے آپ کا یہ سفر 1136 ہجری کے لگ بھگ تھا۔۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مزارات کو نہ صرف برقرار رکھنے پر متفق تھی بلکہ ان کی زیارت کو اپنے لیے سعادت سمجھتی تھی لیکن ایک بار پھر اہل بیت اطہار کے اجساد پاک کی بے حرمتی کی غرض سے ان ذوات قدسیہ کے مزارات کو شہید کر دیا گیا اور یہ قبیح واقعہ بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں رونما ہوا۔۔۔یہ رویہ دراصل خلافت راشدہ کے بعد آنے والے دور ملوکیت سے آیا کیونکہ اس دور میں اہل اقتدار نے مختلف حیلے بہانوں سے اہل بیت اطہار علیہم السلام کو ستانا شروع کیا، کبھی کربلاء معلیٰ میں واقع مزارات وقبور اہل بیت پر ہل چلاوئے تو کبھی مدینہ منورہ میں مقیم افراد اہل بیت سے اپنی دشمنی اور خبث ظاہر کرنے کے لیے بہانے تلاش کیے گئے۔جیسے مصر کے مشہور ادیب محمد حسین ہیکل نے اپنے مشہور سفرنامہ حرمین شریفین ''فی منزل الوحی'' میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع کے نام پر پیش آنے والا ایک دردناک سانحہ یوں لکھا ہے کہ:

''سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے حجرہ مبارکہ میں سیّدنا حسن المثنیٰ بن سیّدنا حسن علیہما السلام اپنی زوجہ محترمہ سیّدہ فاطمہ بنت سیّدنا امام حسین علیہما السلام کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ولید بن عبد الملک جب اپنے دور حکومت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ اہل مدینہ اور زائرین روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خانوادہ نبوت کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے ہیں۔۔۔(ابھی وہ حجرات مبارک جن کا اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں ذکر فرمایا ہے اپنی اصل حالت میں تھے) اس نے والی مدینہ کو حکم دیا کہ یہ تمام حجرات خرید

کر مسجد میں داخل کر دو۔ جب اس مبارک جوڑے اور ان کی پاک اولاد کو ولید کے اس حکم کا پتہ چلا تو انہوں نے گھر خالی کرنے سے انکار کر دیا۔

ولید کی طرف سے پیغام ملا کہ اگر نہیں نکلو گے تو حجرہ تم پر گرا دیا جائے گا۔ انہوں نے انکار پر اصرار کیا تو انہدام کا حکم جاری ہو گیا اور مزدوروں نے بالفعل گھر کی بنیاد اکھیڑنا شروع کر دی اس پر مجبوراً یہ قدسی خاندان اپنے آبائی گھر سے بے گھر ہو گیا۔

ہیکل اس سلسلے میں نصر خراسانی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ: ''میں نے ازواج مطہرات کے حجرے دیکھے ہیں، (جس دن یہ حجرات گرائے گئے اس دن لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے) میں نے اپنی زندگی میں اس دن سے زیادہ گریہ وبکا کبھی نہیں دیکھا، اور ہم نے سعید بن المسیب کو یہ فرماتے سنا کہ: واللہ میری دلی خواہش یہ تھی کہ یہ حجرات اپنی اصلی ہیت پر برقرار رکھے جاتے''۔

(گریہ وبکا کی یہ روایت مفتی محمد شفیع نے بھی ذکر کی ہے لیکن انہوں نے راوی کا نام ''نصر'' کی جگہ ''عطاء خراسانی'' لکھا ہے۔ (معارف القران جلد 8 صفحہ 102)

محمد حسین ہیکل اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ ''دراصل ولید اس خانوادے کا احترام دیکھ کر غیظ وغضب کا شکار ہوا اور حجرہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا گرانے کا حکم دیا (تا کہ یہ حضرات لوگوں کی نگاہ سے دور رہیں) لیکن الزام سے بچنے کے لئے توسیع مسجد کے بہانے تمام حجرات مقدسہ کو حکم کی لپیٹ میں لے لیا۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی مسجد نبوی میں توسیع کرا چکے تھے، لیکن انہوں نے حجرات مقدسہ کو باقی رکھا اور باقی اطراف میں مسجد کی توسیع کی''۔ (فی منزل الوحی: 487، 488)

یہ واقعہ اور اس طرح کے دیگر واقعات یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارک کا عملی ثبوت تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال مبارک کے بعد اہل بیت اطہار کو پیش آمدہ حالات و واقعات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا،

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر خدمت تھے کہ بنی ہاشم کے کچھ نوجوان آ گئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ کی چشمان مبارک سے آنسو رواں ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں، میں نے نبی کریم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ کی یہ متغیر کیفیت دیکھ رہے ہیں۔۔۔؟ (اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت کے لیے دنیا کے مقابلے میں آخرت پسند فرمائی ہے۔۔ میرے بعد میرے اہل بیت بہت جلد دیکھیں گئے کہ انہیں ستایا جائے گا، جلاوطن کیا جائے گا، اور اذیت پہنچائی جائے گی۔۔۔ (سنن ابن ماجہ)

ان حالات و واقعات کے پیش نظر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار اور جملہ اولاد پاک کے ذکر کو نہ صرف خود پڑھنا چاہیے بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو بھی ان باکمال ہستیوں کی سیرت ہائے مبارکہ سے روشناس کروانا چاہیے کیونکہ اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افراد امت کے لیے سفینہ نجات و باب مغفرت ہیں، اور ان کا ذکر کرنا، سننا، لکھنا اور پڑھنا عبادت ہے۔۔ بے شک ان کی سچی محبت ایمان کی نشانی اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

ڈاکٹر یاسر کاشمیری

شیخ الاسلام حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ

(حیات و خدمات)

سرزمین سندھ جسے باب الاسلام ہونے کا اعزاز حاصل ہے، اپنے تاریخی پس منظر اور ہندوستان میں مسلم تہذیب وثقافت کو پروان چڑھانے میں بنیادی زینے کی حیثیت رکھتی ہے۔ سندھ میں دین اسلام کون، کس وقت لایا؟ اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

بعض مؤرخین و محققین نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی سندھ میں دعوتِ اسلام پہنچ چکی تھی اس پر عموماً اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے جو مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمہ اللہ نے بیاض ہاشمی میں مخدوم محمد جعفر بوبکانی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھی ہے: کہ سندھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پانچ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دعوتِ اسلام لے کر آئے جن میں سے دو حضرات واپس تشریف لے گئے جبکہ تین حضرات نے سندھ قیام فرمایا اور یہیں ان کا انتقال ہوا روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

رُوِیَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْسَلَ کِتَابَہٗ اِلٰی اَھْلِ السِّنْدِ عَلٰی یَدِ خَمْسَۃِ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَلَمَّا جَاؤُوْا فِی السِّنْدِ فِی قَلْعَۃٍ یُقَالُ "نیرون" اَسْلَمَ بَعْضُ اَھْلِہٖ ثُمَّ رَجَعَ مِنْ اَصْحَابِہٖ اِثْنَانِ مَعَ الْوَافِدِ عَلَیْہِ مِنَ السِّنْدِ وَ بَقِیَ ثَلَاثَۃٌ مِنْھُمْ فِی السِّنْدِ وَ اَظْھَرَ اَھْلُ السِّنْدِ الْاِسْلَامَ وَ بَیَّنُوْا لِاَھْلِ السِّنْدِ الْاَحْکَامَ وَ مَاتُوْا فِیْہِ وَ

قُبُوْرُهُمْ فِیْهِ الْآنَ مَوْجُوْدَةٌ وَجَدْتُ ۔البیاض الھاشمی (قلمی)

یعنی بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پانچ صحابہ پر مشتمل ایک گروہ کے ذریعے اپنا پیغام اہل سندھ کو ارسال فرمایا، صحابہ کا یہ قافلہ سندھ کے مشہور قلعہ ''نیرون'' میں آ کر رکا تو یہاں کے بعض لوگوں نے ان کی دعوت وتبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا، پھر ان پانچ صحابہ کرام میں سے دو اہل سندھ کے ایک وفد کے ساتھ واپس لوٹ گئے جبکہ تین حضرات سندھ میں ہی قیام پذیر ہو گئے، انہوں نے اہل سندھ کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروایا اور دینی مسائل واحکام سکھائے۔ ان تینوں صحابہ کرام کا وصال سرزمین سندھ میں ہی ہوا، اور ان کی قبور مبارکہ آج بھی وہاں موجود ہیں جنہیں میں نے (مخدوم ہاشم رحمۃ اللہ علیہ) خود دیکھا ہے۔

قاضی اطہر مبارکپوری اپنی کتاب ''عرب و ہند عہد رسالت میں'' میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ مستند نہیں ہے۔ (عرب و ہند عہد رسالت میں صفحہ 192)

سرزمین سندھ میں دین اسلام کی آمد کے سلسلے میں جس بات کو حتمی قرار دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں دعوتِ اسلام عہدِ فاروقی میں پہنچی اور مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین سندھ تشریف لائے جن میں حضرت حکم بن ابی العاص، حضرت خرید بن راشد السامی، حضرت سنان بن سلمہ، حضرت سہل بن عدی انصاری رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر حضرات صحابہ شامل ہیں۔ بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ عہد صحابہ میں سندھ و عرب کا گہرا تعلق تھا جس کی عکاسی ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں کے پاس ایک سندھی شخص کے آنے کا ذکر ہے۔

(مؤطا امام محمد ص: 361)

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک زوجہ کا تعلق سندھ سے تھا جن کا نام ''حضرت خولہ'' تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے ''محمد بن حنفیہ'' انہی کے بطن سے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رَاَیْتُ

اُمَّ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنفِیَةِ سِنْدِیَّةً سَوْدَاءَ وَ کَانَتْ اَمَةً لِبَنِی حَنفِیَّة ۔ (الاکمال فی اسماء الرجال ص 618) یعنی میں نے محمد بن حنفیہ کی ماں کو دیکھا جو سیاہ رنگ کی سندھی خاتون تھیں اور بنو حنفیہ کی باندی تھیں۔

عہدِ فاروقی میں سندھ کی طرف دعوتِ اسلام لے کر آنے والے حضرات کی تعداد مسلسل بڑھتی رہی، چناں چہ سندھ میں تعلیم قرآن وعلمِ حدیث کا سلسلہ فروغ پانے لگا۔ جب محمد بن قاسم 93 ہجری میں سندھ داخل ہوئے تو ان کے ساتھ بہت سے تابعین بھی جہادِ سندھ کے لیے آئے تھے اور فتحِ سندھ کے بعد انہوں نے یہاں آبادیاں قائم کرلیں اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے اس طرح علمِ حدیث اور دیگر علوم کو ترقی ملی جگہ جگہ کتب خانے اور درس وتدریس کے حلقے قائم ہوئے اسی دور میں سندھ میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کرام پیدا ہوئے جنہوں نے علوم وفنون کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا، مثلاً مولانا اسلامی دیبل کے رہائشی تھے جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو مولانا اسلامی نے علم وفضل میں بلند مقام حاصل کیا محمد بن قاسم نے ان کو راجہ داہر کے پاس دعوتِ اسلام دے کر بھیجا تھا۔ (سندھ کی تاریخی کہانیاں ص 103)

قرآن پاک کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا اعزاز بھی اہل سندھ کو ہی حاصل ہے جیسا کہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ 217 ہجری میں منصورہ کے ایک عالم نے قرآن کا سب سے پہلے سندھی میں ترجمہ کیا۔ (سندھ کی تاریخی کہانیاں ص 103)

سندھ کی فتح کے بعد عرب یہاں کے لوگوں کو غلام بنا کر مدینہ منورہ، بغداد، کوفہ وغیرہ لے گئے ان حضرات نے وہاں علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کی اور اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین اور ائمہ قرار پائے۔ اور ترجمہ قرآن کے بعد علم حدیث کی ترتیب وتدوین میں بھی اہل سندھ کو باقی لوگوں پر برتری حاصل ہے۔ تاریخی حوالے ہمیں بتاتے ہیں کہ امام ربیع بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے، انکا تعلق سرزمین سندھ سے تھا اور یہی وہ پہلے محدث ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بصرہ میں

اُمَّ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَۃِ سِنْدِیَّۃً سَوْدَاءَ وَ کَانَتْ اَمَۃً لِبَنِی حَنِفِیَّۃ ۔ (الاکمال فی اسماء الرجال ص 618) یعنی میں نے محمد بن حنفیہ کی ماں کو دیکھا جو سیاہ رنگ کی سندھی خاتون تھیں اور بنوحنفیہ کی باندی تھیں۔

عہدِ فاروقی میں سندھ کی طرف دعوتِ اسلام لے کر آنے والے حضرات کی تعداد مسلسل بڑھتی رہی، چناں چہ سندھ میں تعلیم قرآن وعلمِ حدیث کا سلسلہ فروغ پانے لگا۔ جب محمد بن قاسم 93 ہجری میں سندھ داخل ہوئے توان کے ساتھ بہت سے تابعین بھی جہادِ سندھ کے لیے آئے تھے اور فتحِ سندھ کے بعد انہوں نے یہاں آبادیاں قائم کرلیں اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے اس طرح علمِ حدیث اور دیگر علوم کو ترقی ملی جگہ جگہ کتب خانے اور درس وتدریس کے حلقے قائم ہوئے اسی دور میں سندھ میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کرام پیدا ہوئے جنہوں نے علوم وفنون کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا، مثلاً مولانا اسلامی دیبل کے رہائشی تھے جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو مولانا اسلامی نے علم وفضل میں بلند مقام حاصل کیا محمد بن قاسم نے ان کو راجہ داہر کے پاس دعوتِ اسلام دے کر بھیجا تھا۔ (سندھ کی تاریخی کہانیاں ص 103)

قرآن پاک کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا اعزاز بھی اہل سندھ کو ہی حاصل ہے جیسا کہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ 217 ہجری میں منصورہ کے ایک عالم نے قرآن کا سب سے پہلے سندھی میں ترجمہ کیا۔ (سندھ کی تاریخی کہانیاں ص 103)

سندھ کی فتح کے بعد عرب یہاں کے لوگوں کو غلام بنا کر مدینہ منورہ، بغداد، کوفہ وغیرہ لے گئے ان حضرات نے وہاں علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کی اور اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین اور ائمہ قرار پائے۔ اور ترجمہ قرآن کے بعد علم حدیث کی ترتیب وتدوین میں بھی اہل سندھ کو باقی لوگوں پر برتری حاصل ہے۔ تاریخی حوالے ہمیں بتاتے ہیں کہ امام ربیع بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے، انکا تعلق سرزمین سندھ سے تھا اور یہی وہ پہلے محدث ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بصرہ میں

احادیث کو ابواب کی صورت میں ترتیب دے کر کتاب لکھی۔ حاجی خلیفہ اپنی کتاب ''کشف الظنون'' لکھتے ہیں۔

قِيلَ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ صَنَّفَ وَ بَوَّبَ هُوَ الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحِ الْبَصَرِی ثُمَّ اِنْتَشَرَ جَمْعُ الْحَدِيثِ وَ تَدْوِينُه' و تَسْطِيرُه فِي الْاَجْزَاءِ وَالْكُتُبِ ۔ (کشف الظنون 637/1)

یعنی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلا شخص کہ جس نے بصرہ میں احادیث کو ابواب کی شکل میں ترتیب دیا اور لکھا وہ ربیع بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس کے بعد پھر احادیث کو جمع کرنا ان کو مدون کرنا اور اجزاء اور کتب میں لکھنا رائج ہوتا چلا گیا۔

تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے بارے میں یہی نقل کیا ہے کہ امام رامہرمزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''راویوں کے ساتویں طبقے میں سے امام ربیع بن صبیح پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں کتب احادیث کو لکھا۔

(تقریب التہذیب 95/1)

ایسے ہی محدث ابو جعفر سندھی رحمہ اللہ جو امام بخاری علیہ الرحمۃ سے قبل یا ان کے ہمعصر تھے، انہوں نے اور امام ابوالفرج سندھی رحمہ اللہ حدیث کی کتابیں لکھی۔ جن کی تفصیل قاضی اطہر مبارکپوری کی مشہور کتاب ''رجال السندھ والہند'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

250 ہجری میں گو کہ عربوں کی سرزمین سندھ میں عملی حکومت اختتام پذیر ہوئی لیکن سندھ کی دو ریاستیں منصورہ اور ٹھٹہ 752 ہجری تک اسلامی ریاستوں کے طور پر باقی رہیں۔ اس دوران عرب و سندھ کے لوگ اِدھر اُدھر منتقل ہوتے رہے جس کی وجہ سے سینکڑوں مایہ ناز علماء پیدا ہوئے چوتھی صدی ہجری، خلافت عباسیہ کے دور میں اسلام پوری دنیا میں اپنے عروج پر تھا اس وقت سندھ بھی بغداد اور کوفہ کی نظیر تھا قاضی اطہر مبارکپوری اس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

چوتھی صدی ہجری ہباریوں (یہ حضرت ہبار بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے) کے دور میں بغداد اور بصرہ کی طرح سندھ، منصورہ، دیبل بھی اسلامی علوم و فنون کے مراکز تھے جگہ جگہ علوم وفنون کی بساطیں بچھیں ہوئی تھی، گھر گھر دار العلوم بنا ہوا تھا ایک ایک بستی میں سینکڑوں علمائے کرام تھے اس دور میں سندھ میں اسلامی زندگی اپنے پورے شباب پر تھی ہباری حکمراں بڑے علم دوست اور اہل علم کے قدردان تھے ان کا مسلک اگرچہ امام داود ظاہری کا تھا کہ وہ ظاہرِ حدیث پر عامل تھے مگر پورے سندھ میں فقہائے احناف کی کثرت تھی معتزلہ کی عقلیت پسندی سے نجات تھی' عام مسلمانوں کا دینی حال نہایت اچھا تھا مذہبی تعصب اور گروہ بندی نہ تھی بڑے بڑے شہروں میں عربی اور سندھی دونوں زبانیں رائج تھیں دبیل علماء وفضلاء کا مرکز تھا منصورہ تو گویا دارالاسلام بن کر بغداد کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص 149)

امام مقدسی سندھ کا مذہبی حال یوں بیان کرتے ہیں: ''سندھ کے اکثر مسلمان حدیث پر عامل ہیں اور مرکزی شہر حنفی فقہاء وعلماء سے خالی نہیں ہیں۔ یہاں نہ مالکی ہیں نہ معتزلی اور نہ حنابلہ کے مسلک پر عمل ہے۔ یہاں کے لوگ صراط مستقیم اور اچھے مسلک پر ہیں اور صلاحیت و پرہیز گاری رکھتے ہیں۔ اللہ نے ان کو مذہبی غلو وتعصب اور فتنہ وفساد سے امان میں رکھا ہے''۔ (احسن التقاسیم ص 481)

دارالسلطنت ''منصورہ'' کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہاں اسلام تروتازہ ہے اور علم اور اہل علم کثرت سے ہیں، ان کے اخلاق وعادات اہلِ عراق سے ملتے ہیں اور ان میں بردباری اور حسنِ اخلاق ہے۔'' (احسن التقاسیم ص 479)

علامہ یاقوت حموی سندھ کا حال یوں لکھتے ہیں: ''سندھ والوں کی اکثریت حنفی مذہب کی پیروی کرتی ہے''۔ (معجم البلدان 118/4)

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی چوتھی صدی ہجری کے سندھ کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں:

”سندھ کا ملک علم و فضل و تہذیب میں یہاں تک ترقی کر چکا تھا کہ اس کی شعاعیں بنگال و تبت تک پڑنے لگیں اور علم و علماء کی قدر دانی نے ہندوستان کے باکمال لوگوں کو بغداد پہنچایا، اس زمانے میں ”قنوج“ کے راجہ کو ”ملک الھند“ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور اس کے لیے خلیفہ بغداد کی طرف سے تحائف آتے تھے۔“ (آئینہ حقیقت نما۔ص149)

مذکور بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ چوتھی صدی ہجری میں سندھ علوم و فنون کا گہوارہ اور علماء و فضلاء کا مرکز تھا۔ چوتھی صدی کے بعد بھی سندھ میں بڑے بڑے علماء کرام پیدا ہوئے، جنہوں نے دینِ اسلام کی ہر طرح خدمت کی اور علم و عمل کے میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ حالاں کہ اس کے بعد سندھ میں سیاسی حالات سازگار نہ رہے بلکہ بار بار حکومتیں بدلتی رہی اور جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہا اس کے باوجود یہاں کے اہلِ علم حضرات دینی خدمات میں مشغول رہے۔

باب الاسلام سندھ کے دیگر مشہور شہروں منصورہ، دیبل وغیرہ کی طرح ٹھٹھہ کو مسلم ثقافت و تہذیب کی تاریخ میں بغداد و قرطبہ کا ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا جہاں سینکڑوں علمی مدارس تھے

مشہور مستشرق ہلمٹن جو 1011 ہجری میں ٹھٹھہ آیا تھا اس نے لکھا ہے یہاں پر چار سو کالج ہیں جن میں ہزاروں طلبہ شب و روز اپنی علمی تشنگی بجھانے میں مصروف ہیں۔

ٹھٹھہ کے اس دور کی علمی شناخت میں جو نام بہت نمایاں نظر آتا ہے اور وہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جن کا نام ہمیشہ روشن و تاباں رہا۔

ولادت وابتدائی احوال:

آپ کی ولادت 10 ربیع الاول 1104 ہجری میں مخدوم عبد الغفور کے گھر مضافات ٹھٹھہ میں بٹورے کے مقام پر ہوئی۔ مخدوم صاحب کی ذات پنہور تھی، پنہور قوم کا نسب عربوں سے ہے اور ان کا نسب ”حارث بن عبد المطلب“ کے ساتھ ملتا ہے یہ لوگ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آئے تھے اور سندھ میں آباد ہو گئے۔ جہاں تک

لفظ ''مخدوم'' کا تعلق ہے یہ کوئی ذات نہیں ہے بلکہ آپ کو علمی جدوجہد اور دینی خدمات سر انجام دینے کی وجہ سے ''مخدوم'' کہا جانے لگا جب کہ ''رچرڈ برٹن'' نے لکھا ہے کہ ''مخدوم'' اس وقت سندھ میں ایک عہدہ ہوا کرتا تھا جس کے لیے بڑے بڑے لوگ خواہش مند ہوتے تھے۔ (سوانح حیات:56)

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور چھ ماہ میں قرآن پاک ختم کر لیا۔ مروجہ علوم وفنون کی تعلیم وقت کے ماہر اساتذہ مخدوم محمد سعید اور مخدوم ضیاء الدین سے حاصل کی۔ علم حدیث کی تحصیل ٹھٹہ کے مشہور محدث مخدوم معین ٹھٹوی سے کی۔ صرف 9 سال کے مختصر عرصے میں آپ نے تمام مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کی۔ مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کے مختصر حالات یہ ہیں۔

1۔ مخدوم عبدالغفور:

یہ بزرگ مخدوم صاحب کے والد اور ابتدائی استاد تھے انہوں نے 1113 ہجری میں بٹھور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

2۔ مخدوم محمد سعید:

ان کا شمار ٹھٹہ کے ممتاز علماء میں ہوتا تھا، ان سے مخدوم صاحب نے متوسط کتابیں پڑھیں۔ تفصیلی حالات ناپید ہیں۔

3۔ مخدوم ضیاء الدین:

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ 1090 ہجری میں ٹھٹہ میں پیدا ہوئے۔ جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و زہد کے راہی اور انتہائی منکسر المزاج شخصیت کے حامل تھے۔ 1171 ہجری میں 80 برس کی عمر میں وصال ہوا۔

آپ نے سندھی زبان میں عقائد اسلام پر ایک کتاب لکھی جس کو ''ضیاء الدین جی

سندھی'' کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مخدوم محمد معین ٹھٹوی بھی آپ کے استاد تھے لیکن مقدمہ ''بذل القوۃ'' (عربی) میں مخدوم معین کو آپ کے ہم عصر علماء میں شمار کیا گیا ہے۔

بیعت وارادت، سفر حرمین شریفین:

مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد روحانی سفر کا آغاز کرنے اور باقاعدہ بیعت ہونے کے لیے آپ اپنے وقت کے مشہور صوفی حضرت ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کی درخواست کی تو مخدوم ابوالقاسم نقشبندی نے فرمایا: میرے مریدین کی صورتیں میرے سامنے پیش کی گئی تھیں ان میں تمہاری صورت نہیں تھی۔''

لہٰذا انہوں نے بیعت کرنے سے عذر کردیا تو مخدوم صاحب نے عرض کی کہ حضرت مجھے ایسا شیخ بتلادیں جن سے اصلاحی تعلق قائم کروں تو حضرت ابوالقاسم نقشبندی نے فرمایا: تم سیّد سعد اللہ کے پاس سورت بندر چلے جاؤ اور ان کی خدمت میں رہو''۔ مخدوم ہاشم رحمۃ اللہ علیہ نے 1135 ہجری حجاز مقدس تشریف لے گئے، ادائیگی حج کی سعادت حاصل کی اور پھر وہاں مکہ اور مدینہ کے بڑے بڑے علماء سے حدیث کی اسناد اور اجازت حاصل کیں جن میں شیخ ابو طاہر محمد مدنی، شیخ عبد القادر حنفی، شیخ عید بن علی مصری، شیخ عبد علی بن عبد المالک الدراوی اور شیخ محمد بن عبد اللہ مغربی فاسی مدنی مالکی شامل ہیں۔

زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سعادت:

اہلِ علم میں مشہور ہے کہ مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کو 12 رجب 1136 ہجری جمعہ کی شب کو مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کتاب کے حاشیہ میں بطور یادداشت خود تحریر کیا ہے کہ بندہ روضہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضر ہوا اور درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس حقیر کو جواب عنایت فرماتے ہوئے یوں فرمایا: وَ

عَلَيكُمُ السَّلَامُ يَا مُحَمَّد هاشم تتوی"

مخدوم صاحب کے ہم عصر عالم وشیخ کامل شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی 1167 ہجری) نے بھی سفر حرمین شریفین کے دوران ایسے مشاہدات وفیوضات کا ذکر "فیوض الحرمین" میں کثرت سے کیا ہے۔ (ص 84-81)

مخدوم صاحب کے سفر حرمین کا تذکرہ "رچرڈ برٹن" نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"انہوں نے ہندوستان اور عربستان کا سفر کیا۔ عربی اور فارسی زبانوں میں اچھی طرح عبور تھا، فقہ کی بھی مہارت حاصل تھی۔ کہتے ہیں کہ سفر حج کے دوران انہوں نے عیسائی پادریوں سے کئی مناظرے کئے۔ اور عیسائیت کے خلاف رسائل بھی تحریر کئے۔

(سندھ اور سندھو ماتھری۔۔اردو ترجمہ حنیف صدیقی)

حج سے واپسی پر سورت بندر کے مشہو عالم دین حضرت سیّد سعد اللہ سورتی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایک سال اپنے شیخ کی خدمت میں رہنے کے بعد سیّد سعد اللہ سورتی نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور ماہِ صفر 1137 ہجری میں میں آپ ٹھٹہ واپس آگئے۔ (سوانح حیات:69)

خدمات جلیلہ:

آپ ٹھٹہ کے بڑے علمی مرکز میں درس و تدریس کا فریضہ ادا کیا کرتے تھے۔ جبکہ درس حدیث خصوصی طور پر اپنی مسجد میں بعد نماز عصر دیا کرتے تھے۔ جامع مسجد خسرو میں آپ کا جمعہ کا خطاب ہوا کرتا تھا۔ آپ کے دروس وخطبات سے لاتعداد لوگ فیض یاب ہوئے جن میں ہر ذہن اور سطح کے لوگ تھے۔ چند ایک کے اسماء گرامی حسن ذیل ہیں:۔

ا۔ مخدوم عبدالرحمان:

یہ مخدوم صاحب کے بڑے فرزند اور عالم دین تھے۔ والد کی وفات کے بعد ریاست جوناگڑھ چلے گئے تھے تقریباً 1181 ہجری میں انتقال ہوا۔

۲۔ مخدوم عبداللطیف:

یہ بھی ان کے فرزند تھے اور صاحب تصنیف عالم دین بنے اور مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد "مدرسہ ہاشمیہ" کو جاری رکھا۔ سندھ کے حاکم محمد سرفراز کلھوڑے کے دور میں 1187 ہجری میں انہیں قاضی مقرر کیا گیا۔

۳۔ مخدوم عبدالخالق ٹھٹوی:

یہ مخدوم ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد اور مرید تھے۔ "مدرسہ ہاشمیہ" میں نائب معلم اور استاد تھے انہوں نے مطلوب المؤمنین کے نام سے ایک رسالہ سندھی زبان میں لکھا۔

۴۔ ابوالحسن صغیر مدنی:

ان کا اصل نام غلام حسین بن محمد صادق نقشبندی تھا۔ ٹھٹہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے صاحب تصنیف عالم تھے۔ اور مدینہ منورہ میں ہی وفات پائی۔

۵۔ فقیر اللہ علوی:

ان کا خاندان جلال آباد کے قریب حصارک میں رہتا تھا۔ علم حدیث کی سند انہوں نے مخدوم صاحب سے حاصل کی۔ 1150 ہجری میں شکارپور سندھ میں سکونت اختیار کی صاحب تصنیف عالم تھے۔ ان کی وفات 1195 ہجری میں شکارپور میں ہوئی۔

کارہائے نمایاں اور شریعت کی پابندی:

حضرت مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "بلاشبہ زندگی فکر و عمل کا نام ہے"۔ اسی وجہ سے آپ کی زندگی جد وجہد، اجتہاد اور فکر و عمل سے بھرپور تھی۔ آپ کی تمام عمر دعوت اسلام میں گزری۔ آپکا شمار سرزمین سندھ کے اکابر مبلغین اسلام میں ہوتا ہے، آپ کی کوششوں سے سینکڑوں غیر مسلم لوگ دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ کی دعوت و تبلیغ صرف خطبہ جمعہ اور مدارس میں درس و تدریس تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ

نے اپنے وقت کے بادشاہوں اور امراء کو خطوط کے ذریعے دعوت اسلام دے کر سنت نبوی کو زندہ کیا۔

گو کہ اس اہم کام کی انجام دہی میں آپ کو بہت دشواریوں کا مقابلہ بھی کرنا پڑا لیکن آپ راہ عزیمت پر پوری استقامت سے قائم ودائم رہے۔جیسا کہ ڈاکٹر غلام عباس قادری نے میر علی شیر قانع کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے: اہل سنت و جماعت کی تقویت اور دین متین کی رسوم کے احیاء میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نظیر آپ تھے۔اس زمانے میں ان کی کوششوں سے ایسے بڑے بڑے کارنامے سرانجام پائے، جو دین حق کی تقویت کا سبب بنے۔ان کی مساعی جمیلہ سے صدہا مشرکین وغیر مذاہب کے لوگ مشرف بہ ایمان ہوئے۔نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی جیسے فرماں روایان وقت سے خط وکتابت کی راہ کھلی رکھتے تھے اور ان کی درخواستوں پر تقویت دین کے متعلق خاطر خواہ احکام جاری ہوتے اور خوبی کے ساتھ عمل میں آیا کرتے تھے' غرض ان کا وجود ایک سرمایہ تھا۔(صراط الھدیٰ۔۔ڈاکٹر غلام عباس قادری۔280)

اور اگر مقامی سندھی زعماء اور امراء کی بات کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کے والی غلام شاہ کلہوڑ سے رابطہ قائم کر کے شرعی احکام کے سلسلے میں ایک فرمان جاری کیا جس میں سرکاری عمل دار مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ معاونت کے ذمہ دار رہے۔اس فرمان میں مندرجہ ذیل احکام درج تھے۔

1۔اس حکومت کے کارکنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ جناب مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے شرعی فیصلے جاری کرنے کی کوششیں کریں۔2۔عاشورہ میں ماتم، تابوت نکالنے اور دیگر بدعات سے منع کریں۔3۔نشہ آور اشیاء کے پینے اور فروخت کرنے پر پابندی لگائیں۔4۔عورتوں کو اکیلا قبرستانوں اور باغیچوں وغیرہ میں جانے سے روکا جائے۔5۔کسی کی وفات پر ماتم کرنے سے منع کیا جائے۔6۔مسلمانوں کو سنت نبوی کے مطابق یک مشت داڑھی سے کم رکھنے اور لمبی مونچھیں رکھنے پر پابندی عائد کی جائے۔

مذکورہ بالا احکام کے لئے عمل دار سختی سے کام لے کر ان کی پابندی کرائیں اور ان احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دیں تاکہ رعایا میں کوئی شخص غیر شرعی کام نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ نماز روزہ اور دیگر عبادات کے لئے تاکید کی جائے۔ ان احکام کی بجا آوری میں انحراف نہیں ہونا چاہیے"۔ (الوحید۔ سندھ آزاد نمبر ص 32)

اس فرمان کے جاری ہونے کے بعد کیا ردعمل ہوا؟ سندھ کی ادبی تاریخ میں مرقوم ہے: "پروانہ ملنے کے بعد مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھٹھہ اور گرد ونواح کے رہنے والے مسلمانوں کو اسلامی اصولوں اور شریعت کے قوانین پر چلنے کے لئے آمادہ کیا۔ ٹھٹھہ اور گرد ونواح میں سب بدعتیں بند ہو گئیں اور غیر آباد مسجدیں دوبارہ آباد ہو گئیں"۔

(سندھ جی ادبی تاریخ۔ جلد 1 صفحہ 152)

بلکہ علامہ قاسمی نے تو یہاں تک لکھا کہ: اس وقت ٹھٹھہ میں ہر آدمی باجماعت نماز مسجد میں ادا کرتا تھا اور ہر آدمی گھر میں اکیلا نماز پڑھنے کو عیب سمجھتا تھا۔ یہ مخدوم صاحب کے انقلابی فرمان کا اثر تھا۔

مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرعی احکام کی پابندی پر اتنا زور دیا، کہ وضو اور غسل کے لئے بھی شرعی مقدار میں پانی استعمال کرنے کا حکم دیا اور پورے وزن کے لاٹے بنوائے جن کو اس زمانے میں ہاشمی کوزہ کہا جاتا تھا۔ (الوحید۔ سندھ آزاد نمبر ص 33)

ہم عصر علماء اور شعراء:

مخدوم ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا دور (1104 ہجری تا 1174 ہجری) علمی اور ادبی لحاظ سے بڑا سنہری دور تھا۔ سندھ کے ہر قصبے اور گاؤں میں علمی محفلیں اور ادبی مجالس منعقد ہوتی تھیں اور بہت سے مکاتب اور مدارس قائم تھے۔ جن میں علماء، شعراء، علمی، ادبی اور دینی خدمات انجام دیتے تھے۔

مخدوم صاحب کے دور میں اور ان سے کچھ عرصہ بعد ایک طرف صوفی شاعر شاہ عبد اللطیف بھٹائی (1165 ہجری) مخدوم عبد الرؤف بھٹی (متوفی 1166ھ) علی شیر قانع

ٹھٹوی (متوفی 1203ھ) علم وادب کی خدمت میں مشغول تھے تو دوسری جانب مشہور عالم وفاضل مخدوم محمد قائم مدنی (متوفی 1157ھ) مخدوم محمد حیات مدنی (1163ھ) مخدوم عبد الرحمان کہڑائی (متوفی 1145ھ) مخدوم اسماعیل پریالوی (متوفی 1174ھ) سیّد محمد بقا شاہ شہید (1198ھ) ابوالحسن کبیر مدنی (متوفی 1139ھ) ابوالحسن ڈاہری (متوفی 1181ھ) درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول نظر آتے تھے۔

تصنیفات وتالیفات:

درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور فتویٰ نویسی کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی آپ نے اچھی خاصی یادگاریں چھوڑی۔ایک تحقیق کے مطابق آپ نے متعدد موضوعات پر تقریباً 350 کتابیں تحریر کیں۔(صراط الھدیٰ۔۔ڈاکٹر غلام عباس قادری۔284)

جبکہ ڈاکٹر عبد الجبار جونیجو کی تحقیق کے مطابق مخدوم صاحب کی عربی کتابیں دنیائے اسلام کی عظیم یونیورسٹی ''جامعہ الازہر'' مصر میں پڑھائی جاتی تھیں۔مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی اگر علمی وسماجی خدمات اور دیگر کارہائے نمایاں کو طائرانہ نظر سے دیکھا جائے تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اتنی مختصر مدت میں اتنا کام۔۔۔؟ غالبًا یہ عظیم کام صرف اسی وجہ سے ممکن ہوا کہ مخدوم صاحب نے ایک نظام الاوقات مقرر کررکھا تھا۔چوبیس گھنٹوں میں ہر ہر کام کے لئے علیحدہ وقت مقرر تھا۔درس ودرریس کے لئے علیحدہ، کتابوں کی تصنیف وتالیف کے لئے علیحدہ اور عبادات الٰہی کے لئے علیحدہ وقت مقرر تھا۔

سندھ کے نامور سکالر سیّد حسام الدین راشدی نے بڑی جان فشانی سے حروف ہجا کی ترتیب سے مخدوم صاحب کی تصنیفات کی فہرست مرتب کی ہے، جس میں سردست 140 کتابوں کے نام درج ہیں۔یہ سب کتابیں عربی، فارسی اور سندھی زبانوں میں ہیں۔ان میں اکثر قلمی اور کچھ مطبوعہ ہیں۔تصانیف وتالیفات کی تفصیلی فہرست ''صراط الھدیٰ۔۔ڈاکٹر غلام عباس قادری۔صفحہ 286 پر دیکھی جاسکتی ہے۔

حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

آپ کی کتب کے مطالعے سے یہ بات بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ سچے عاشق رسول تھے اس وفور محبت کی جھلک آپ کے ان قصائد و مدحیات سے واضح ہے جو آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں لکھی ہیں

اَیَا نَسِیمَ صَبَا اِنْ زُرْتِ رَوْضَتَہٗ

سَلِّمْ عَلَی الْمُصْطَفٰی صَاحِبِ النِّعَمِ

اے بادِ نسیم! اگر تیرا گزر روضہ پاک پر ہو تو اللہ کی تمام نعمتوں کے مالک مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا اسلام عرض کرنا۔

رُوْحِیْ فِدَاکَ وَاَنْتَ حَیَاۃُ رُوْحِیْ

وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ وَالشِّفَا مِنْ سَقَمٍ

آقا جی! میری روح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہو آپ میری روح کی حیات اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور آپ ہی میرے تمام دردوں کی دوا ہیں۔

وفات حسرت آیات:

علم کا یہ آفتاب اپنی تابانیوں سے سے سرزمین سندھ کو منور کرتے ہوئے 70 سال کی عمر میں 6 رجب المرجب 1174 ہجری میں غروب ہو گیا۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"

مقدمہ از مؤلف

الحمدللہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہدیہ درودوسلام کے بعد یہ عاجز وفقیر بندہ محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی (بارک اللہ لہ فی جمیع امورہ) عرض گزار ہے کہ حالیہ دنوں میں ہی میرے سننے میں آیا ہے کہ بعض ناسمجھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص (اپنی تحریر وتقریر میں) ''پنجتن پاک'' کے لفظ کا اطلاق پانچ معروف ومشہور نفوس قدسیہ: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (2) سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ (3) سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا (4) سیّدنا امام حسن علیہ السلام اور (5) سیّدنا امام حسین علیہ السلام) پر کرے گا تو وہ رافضی ہو جائے گا' اور ایسے ہی اگر کوئی شخص ''دروازہ امام'' سے ائمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے بارہ مشہور ومعروف مراد لے تو وہ (نعوذ باللہ) کافر ہو جائے گا۔

میں ان لوگوں سے بڑے ادب واحترام سے عرض کرتا ہوں کہ تمام اہل اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ امت کے معتبر ترین لوگوں میں ہمیشہ سے یہی طریقہ رائج رہا ہے کہ جب بھی وہ ''پنجتن پاک'' کا کلمہ بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد مذکورہ بالا پانچ کریم ترین ہستیاں ہی ہوتی ہیں۔ اور پھر ہمارے اس موقف پر صدیقہ بنت صدیق اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت بڑی واضح اور مستند ترین دلیل بھی موجود ہے۔ جیسا کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے' تو میں نے دیکھا کہ جان

کائنات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیاہ بالوں سے بنی ہوئی چادر مبارک جسم اطہر پر لی ہوئی تھی اور اس چادر پر اونٹ کے پالان کے نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔

ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیّدنا امام حسن علیہ السلام تشریف لے آئے، آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں داخل فرمالیا۔ اتنے میں دوسرے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیّدنا امام حسین علیہ السلام بھی تشریف لے آئے اور کریم آقا علیہ السلام نے انہیں بھی چادر میں داخل فرما لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر کا ٹکڑا سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا بھی حاضر خدمت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں داخل کر لیا۔ ان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ بھی تشریف لے آئے اور آقائے کل جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ جب یہ سب نفوس قدسیہ ایک چادر میں داخل ہو چکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۔ ”یعنی اے اہل بیت! بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم سب سے ہر طرح کی کمی کجی کو دور فرمادے اور تمہیں بہت اچھی طرح پاک صاف کر دے“۔

یہ حدیث مبارکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں نقل کی ہے۔

اور اسی طرح کی ایک روایت اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

اور پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ مذکورہ بالا آیت ”اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ“ ان پانچ نفوس قدسیہ کے حق میں نازل ہوئی۔

(1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (2) سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ، (3) سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا (4) سیّدنا امام حسن علیہ السلام (5) سیّدنا امام حسین علیہ

السلام۔اس قول کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کتاب المناقب میں اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔علاوہ ازیں دیگر معتبر محدثین کرام نے بھی یہ روایت یوں ہی نقل کی ہے۔

اور یاد رہے کہ یہ بات بھی بالکل درست اور صحیح ہے کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نفوس کریمہ کو اپنی چادر مبارک میں لیا تو پھر ان کے حق میں بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی: اللهم هؤلاء اهل بيتى و خاصتى اذهب عنهم والرجس وطهرهم تطهيرا ۔یعنی اے مالک کریم! یہ ہستیاں میری اہل بیت ہیں اور یہ میرے خاص (افراد) ہیں۔اے اللہ! ان سے ہر طرح کی کمی کجی کو دور فرما کر انہیں خوب پاک صاف فرمادے۔

پس اس آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ پنجتن پاک کے کلمہ سے یہ پانچ نفوس قدسیہ مراد لینا نہ صرف معروف ومشہور ہے بلکہ دلائل سے ثابت شدہ بات ہے۔اور اس موقف کا انکار کرنا سراسر جہالت اور کم عقلی ہے اور پھر ایسے موقف رکھنے والے کو رافضی یا کافر کہنا بڑا واضح تعصب اور عناد ہے۔ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ بعض اہل علم نے اس آیت کے عموم کو مدنظر رکھتے ہوئے اتنا ضرور کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع اہل بیت کرام اور ازواجِ مطہرات بھی اس طہارت و پاکیزگی کی فضیلت میں ان پانچ نفوس قدسیہ کے ساتھ شامل ہیں اور انہیں بھی یہ برکات حاصل ہیں۔(یاد رہے کہ جید علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔(1) اہل بیت خصوصی (2) اہل بیت عمومی۔

اہل بیت خصوصی سے مراد سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا' سیّدنا امام حسن علیہ السلام اور سیّدنا امام حسین علیہم السلام ہیں۔جبکہ اہل بیت عمومی میں جمیع خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل ہے۔مزید تفصیل کے لئے علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الصواعق المحرقہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔(از مترجم)

حضرت شیخ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پس میں نے چاہا کہ متعدد کتب سے نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ اہل بیت اطہار سے سچی محبت کرنے والوں کے جذبۂ عشق کو فزوں تر کرنے اور آقائے کل جہان، جان کل کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاو خوشنودی کی خاطر کچھ فضائل و کمالات کو جمع کردوں اور تمام امت پر واضح کردوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک، اہل بیت اطہار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہر ایک ہستی ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔ کیونکہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت اطہار علیہم السلام کو کشتی نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے اور اعلان فرمایا: جو بھی اس میں سوار ہوگا، وہ نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ جائے گا وہ غرق ہوگا۔ جبکہ دوسری جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور پھر واضح طور پر فرمایا ہے کہ تم لوگ ان کی پیروی کروگے تو ہدایت پاجاؤ گے۔

ان دو احادیث مبارکہ کے معانی و مفاہیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کسی سمندر میں بحری سفر کرنے والوں کے لئے دو چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ایک ان کے پاس عمدہ کشتی ہو جو انہیں ڈوبنے سے بچائے رکھے اور دوم ستارے کی رہنمائی کہ اس کو دیکھ کر منزل مقصود تک پہنچا جائے اور دیگر پگڈنڈیوں سے محفوظ رہا جائے بالکل اسی طرح آخرت کی منزل کی جانب سفر کرنے والے ایک سالک اور راہ ہدایت کے متلاشی ایک طالب کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک اور اصحاب کرام کی زندگیوں کو مدنظر اور مدنیت رکھنا ازحد ضروری ہے تاکہ ہلاکت و تباہی سے محفوظ رہتے ہوئے اخروی سعادتوں کی منزل تک پہنچا جاسکے اور میں یہ بات بھی بیان کردوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بھی بے شمار فضائل و مناقب ہیں اور وہ اس رسالہ کی بجائے میں نے دوسرے رسالے میں بیان کیے ہیں اور

اس مختصر رسالے میں صرف اہل بیت اطہار علیہم السلام کے فضائل و مناقب کو بڑی اختصار و جامعیت سے بیان کیا ہے۔ میں نے اس رسالہ کی ابتداء 27 شعبان المعظم 1164 ہجری بروز جمعرات کی ہے اور اس کا عنوان: ''وسیلة الغریب الی جناب الحبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم '' تجویز کیا ہے اور اس مختصر رسالہ کو چھ مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

باب اوّل: اہل بیت اطہار علیہم السلام کی شان میں وارد ہونے والی آیات قرآنیہ

باب دوم: اہل بیت اطہار علیہم السلام کی شان میں وارد ہونے والی احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باب سوم: اہل بیت اطہار علیہم السلام میں بعض معین ومخصوص اشخاص کی شان میں آنے والی احادیث

باب چہارم: پنجتن پاک کے بعض احوال وصفات جو احادیث نبویہ کے علاوہ ہیں۔

باب پنجم: پنجتن پاک کی تاریخ ولادت و وصال، مدت حیات، مزارات کی گلیوں کا ذکر اور اولاد پاک کا بیان

باب ششم: سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر صلبی اولاد پاک

بابِ اوّل

اہل بیت اطہار علیہم السلام کی شان وفضیلت میں آنے والی آیات تو بہت سی ہیں لیکن ایجاز واختصار کی وجہ سے یہاں پر صرف 6 قرآنی آیات نقل کی جارہی ہیں، جن سے اہل بیت کرام کی شان وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔

1- فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ...... فَنَجْعَل لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (۱)

''(اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اس بارے میں، اس کے بعد کہ آ گیا آپ کے پاس (یقینی) علم، تو آپ کہہ دیجئے: کہ آؤ، ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی۔ پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجا کریں، پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر''۔

اس آیت کا اجمالی شان نزول یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عیسائیوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی، جو تقریباً 60 افراد پر مشتمل تھی اور یمن کے ایک مشہور شہر نجران سے مدینہ منورہ میں آئی تھی اور یہ غالباً 9 یا 11 ہجری کا واقعہ ہے۔ ہوا یہ کہ ان لوگوں کو نجران میں پتہ چلا کہ مسلمانوں کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ ایسے نہیں تھے جیسا کہ تم ان کے حوالہ سے دعویٰ کرتے ہو (یعنی اللہ کا بیٹا ہونے کا دعویٰ) بلکہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (سورہ آل عمران، آیت نمبر 61)

لیکن عیسائیوں کا عقیدہ واعتقاد اس کے برعکس تھا، لہٰذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب دلائل اور باہمی گفت وشنید کا مرحلہ ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی اور انہیں مباہلہ کا چیلنج کر دیا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے (دین اسلام کی نمائندہ ہستیوں) سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ، سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اور حسنین کریمین علیہما السلام کو پیش کیا اور ان نفوس قدسیہ سے فرمایا: جب میں عیسائیوں کے خلاف دعا کروں تو تم آمین کہنا۔

اور پھر عیسائیوں سے بھی فرمایا: تم بھی اپنے ساتھ اپنے بیٹوں اور خواتین کو لے آؤ تاکہ وہ تمہاری جانب سے کی جانے والی دعا پر آمین کہیں۔

جب یہ سب معاملہ طے پا رہا تھا تو عیسائیوں کی جماعت میں موجود ایک بزرگ سردار نے اپنی تمام جماعت کو مخاطب کر کے کہا: اے گروہ نصاریٰ! میری بات دھیان سے سنو...... اگر یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فی الحقیقت اللہ کی جانب سے مبعوث کیے گئے ہیں...... تو تمہاری کی گئی بددعا ان پر کوئی اثر نہیں کرے گی، لیکن اگر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر تمہارے خلاف دعا کر دی تو یاد رکھو' قیامت تک اس روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا۔ اس سردار کی یہ باتیں سن کر عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم لوگ مباہلہ سے انکاری ہو تو' دوسری صورت یہ ہے کہ اسلام قبول کر لو...... انہوں نے یہ مطالبہ ماننے سے بھی انکار کر دیا...... بالآخران کے ساتھ یہ طے پایا کہ وہ ہر سال ماہ صفر میں 2 ہزار پوشاک اور ماہ رجب میں ایک ہزار پوشاک ادا کریں گے' اور اسی طرح ہر سال 33 اونٹ 33 گھوڑے اور 33 لوہے کی زرہیں بھی ادا کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جانب سے ان شرائط صلح کو منظور فرما لیا اور انہیں امان عطا فرما دی۔ اور پھر فرمایا: بخدا! اگر یہ عیسائی آج ہم سے مباہلہ کر لیتے تو یقیناً وہ بندروں اور سؤروں کی شکل میں مسخ ہو جاتے اور وادی نجران ان کے لئے جہنم بن جاتی' اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل نجران کی جڑ کاٹ دیتا اور ان سے سب کو ہلاک کر دیتا' بلکہ ان کی نحوست کی وجہ سے وہاں کے پرندوں (چرندوں) کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اس واقعہ کی مزید تفصیلات تفسیر بیضاوی اور تفسیر خازن میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر بیضاوی) سورہ آل عمران آیت نمبر 61۔ جلد ا' قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی (متوفی 675) جبکہ تفسیر کشاف کے مؤلف علامہ جار اللہ زمخشری نے اسی آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھا کہ اصحاب کساء (چادر والی ہستیاں) یعنی سیّدنا علی المرتضیٰ' سیدہ فاطمہ

حسنین کریمین علیہم السلام اجمعین کی شان وفضیلت میں آنے والی آیات کریمہ میں سے سب سے زیادہ جامع اور قوی آیت مبارکہ یہی ہے۔ کیونکہ جب یہ آیت (مباہلہ) نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بطور اسلام کی نمائندہ ہستیاں) ان چار نفوس کریمہ کو ہی پیش کیا تھا۔ جس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ قرآن مجید کے لفظ ''ابناءنا'' سے مراد سیّدنا امام حسن اور سیّدنا امام حسین علیہما السلام ہیں اور لفظ ''نساءنا'' سے سیّدۂ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذات بابرکات مراد ہے، جبکہ ''انفسنا'' سے ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفس نفیس اور دوسرا نفس گرامی سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ مراد ہے۔ لہٰذا یہ آیت ان ہستیوں کے حق میں کمال فضل اور غایت شریف کا درجہ رکھتی ہے۔ انتہی (الکشاف، علامہ محمود بن عمر زمخشری (متوفی 538ھ) آل عمران، آیت نمبر 61)

آیت نمبر 2: اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور (اے ایمان والو!) مضبوطی سے پکڑلو اللہ کی رسی سب مل کر، اور جدا جدا نہ ہونا۔ (سورہ آل عمران، آیت نمبر 103 پارہ نمبر 6)

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کے ضمن میں سیّدنا امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس مضبوط رسی سے مراد ہم اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کے علاوہ امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ اللہ کی رسی سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کرام علیہم السلام ہیں۔

(تفسیر الثعلبی، امام ابو اسحاق احمد بن محمد الثعلبی م 427 ''تفسیر آل عمران آیت نمبر 103)

آیت نمبر 3: سورہ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۃ النساء، آیت نمبر 54) کیا (وہ) حسد کرتے ہیں لوگوں سے، اس نعمت پر جو عطاء فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے انے فضل سے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس آیہ کریمہ میں ''الناس'' سے مراد ہم لوگ ہیں! یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت۔ بلکہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مزید یہ بھی فرمایا ہے

کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس سے مراد ہم اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

آیت نمبر 4: سورہ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 33) بے شک اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے ہر کجی کو، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ، سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا، سیّدنا امام حسن علیہ السلام اور سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت نقل کی ہے۔ وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے، تو میں نے دیکھا کہ جان کائنات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ بالوں سے بنی ہوئی چادر مبارک جسم اطہر پر لی ہوئی تھی اور اس چادر پر اونٹ کے پالان کے نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔

ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدنا امام حسن علیہ السلام تشریف لے آئے، آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں داخل فرما لیا۔ اتنے میں دوسرے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدنا امام حسین علیہ السلام بھی تشریف لے آئے اور کریم آقا علیہ السلام نے انہیں بھی چادر میں داخل فرما لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا بھی حاضر خدمت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں داخل کر لیا۔ ان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی سیّدنا

علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ بھی تشریف لے آئے اور آقائے کل جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ جب یہ سب نفوس قدسیہ ایک چادر میں داخل ہو چکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۔ ''یعنی اے اہل بیت! بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم سب سے ہر طرح کی کمی کجی کو دور فرما دے اور تمہیں بہت اچھی طرح پاک صاف کر دے''۔

اسی طرح مستند روایات میں آیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام نفوس قدسیہ کو اپنی چادر مبارک میں داخل فرما لیا تو پھر بارگاہ خداوندی میں ان کے حق میں یوں دعا کی: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص الخاص لوگ ہیں، ان سے ہر طرح کی کمی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک صاف کر دے۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی اور دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ

ایسے ہی بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت سیّدنا امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو اپنی دونوں رانوں پر بٹھایا ہوا تھا اور سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب تشریف فرما تھے جبکہ سیّدہ کائنات سلام اللہ علیہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب جلوہ افروز تھیں۔

جبکہ کچھ روایات میں بیان ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان نفوس قدسیہ کے حق میں بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی تو ساتھ یہ بھی فرمایا: اے اللہ! میری ان لوگوں سے صلح ہے جن سے ان لوگوں کی صلح ہے اور میں ان لوگوں سے جنگ کروں گا، جو

ان سے جنگ کریں گے اور میں بھی ان لوگوں کو دوست رکھتا ہوں جو ان کو دوست رکھتے ہیں۔ اور میں ان لوگوں سے دشمنی رکھتا ہوں، جو ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اے اللہ! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ پس اے باری تعالیٰ! تو مجھ پر اور ان پر اپنی رحمت، برکت، مغفرت اور رضا کا نزول فرما۔

کچھ روایات کے مطابق اس آیہ مبارکہ کا نزول اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے دولت کدے میں ہوا، اور جب اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان تمام کیفیات کا مشاہدہ کیا کہ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پاک طیب و طاہر ہستیوں کو چادر میں داخل فرمایا ہے اور پھر اللہ کے حضور کس خوبصورت انداز سے ان کے حق میں دعا فرمائی ہیں، تو یہ سب مناظر دیکھ کر سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر اجازت عنایت فرمائیں تو میں بھی اس چادر مبارک میں داخل ہو جاؤں؟ (تا کہ ان سعادتوں میں شامل ہو جاؤں......؟) لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو چادر میں داخل ہونے کی اجازت تو نہ دی البتہ ان کی دلجوئی ان خوبصورت کلمات سے فرمائی: اے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا! آپ تو پہلے ہی خیر و برکت سے مالا مال ہیں۔ (یعنی آپ تو پہلے ہی شرف زوجیت کی بنا پر میرے اہل بیت عمومی میں شامل ہیں)۔

جبکہ ایک اور روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعا مکمل فرمانے کے بعد اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی چادر مبارک میں داخل فرمالیا اور یہ روایت بھی منقول ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام بھی زمین پر تشریف لے آئے اور ان کو بھی ان گرامی المرتبت ہستیوں کے ساتھ چادر مبارک میں داخل فرمالیا۔

مؤلف کتاب جناب مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی فرماتے ہیں: اگر ان احادیث میں غور

کیا جائے تو گیارہ (11) فوائد معلوم ہوتے ہیں۔

نمبر 1۔ ان چار نفوس قدسیہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک میں داخل ہونے کا یہ واقعہ اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ مبارک میں پیش آیا۔ اور ایک دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ یہ واقعہ سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے دولت کدہ میں پیش آیا۔

نمبر 2۔ یہ واقعہ دن کے ابتدائی حصے میں پیش آیا۔

نمبر 3۔ جس چادر مبارک میں یہ خوش نصیب ہستیاں داخل ہوئیں، وہ پہلے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر موجود تھی البتہ یہ جو بات عام لوگوں میں مشہور ہے کہ وہ چادر اسی وقت آسمان سے یا جنت سے لائی گئی تھی یہ الفاظ احادیث کی کتب میں میری نظر سے کہیں بھی نہیں گزرے۔ واللہ اعلم بالصواب

نمبر 4۔ وہ چادر بکری کے بالوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال زہد ظاہر ہوتا ہے۔

نمبر 5۔ چادر مبارک کا رنگ سیاہ تھا۔

نمبر 6۔ وہ چادر منقش تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

نمبر 7۔ پنجتن پاک کے تشریف لانے کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، پھر سیّدنا امام حسن علیہ السلام، پھر امام حسین علیہ السلام پھر سیّدہ کائنات سلام اللہ علیہا، اور ان کے بعد سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ حاضر خدمت ہوئے۔

نمبر 8۔ یہ آیت کریمہ اسی وقت نازل ہوئی۔

نمبر 9۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر مبارک میں اہل بیت اطہار کے 4 پاکیزہ نفوس کے ساتھ ساتھ خود کو بھی شامل رکھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

موجودگی و شراکت سے اہل بیت اطہار کا شرف و عظمت اور بھی دوبالا ہو جائے۔

نمبر 10- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر مبارک میں حضرت جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کو اس لیے شامل فرمایا تاکہ اہل بیت کا مقام و مرتبہ اور عیاں ہو جائے۔

نمبر 11- احادیث مبارکہ کی روشنی میں پنجتن پاک کے چادر مبارک میں بیٹھنے کی ترتیب و کیفیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ سیّدنا امام حسن و امام حسین علیہما السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زانوں مبارک پر تشریف فرما ہیں۔ اور سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ آپ کے دائیں جانب اور سیّدہ (سلام اللہ علیہا) کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب تشریف فرما تھیں۔

نوٹ: اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں چند دیگر وجوہ بھی منقول ہیں، جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے میں یہاں "اہل بیت" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہیں اس تفسیر اور موقف کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ آیت کا ماقبل اور مابعد مضمون سب کا سب ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین کے متعلق ہے۔ جبکہ کچھ مفسرین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اہل بیت سے مراد پانچ ازواجِ مطہرات ہیں۔ جیسا کہ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور علامہ سیّد مخدوم بن سیّد شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہی قول اکثر و بیشتر مفسرین و محدثین کا ہے اور یہی درست ہے۔ انتہی

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اہل بیت سے مراد وہ ہستیاں ہیں جن کے لئے صدقہ لینا حرام ہے اور اس اعتبار سے اہل بیت میں تمام اولاد ہاشم یعنی آل سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا، آل سیّدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ آل سیّدنا عقیل رضی اللہ عنہ، آل سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور آل سیّدنا حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شامل داخل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آیت نمبر 5۔سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ (سورۃ الاحزاب' آیت نمبر 56' پارہ نمبر 22)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت نقل کی ہے کہ جب سورہ احزاب کی یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں......؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح کہا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ......الخ

اب ذرا آیت کے مضمون اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر غور کریں کہ جب قرآن حکیم حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم تفسیر بیان کرتے وقت اپنے ساتھ اپنی آل پاک پر درود بھیجنے کا بھی حکم دیا ہے اور یہ درجہ و مقام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کے حق میں اکمل ترین فضیلت اور عظیم ترین منقبت ہے۔

آیت نمبر 6۔سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورہ شوریٰ' آیت نمبر 23) اے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سے دین کی تبلیغ کے بدلے کچھ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میری قرابت داروں سے مودت کرو۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے

مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت نقل کی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے قرابت داروں سے مراد کون لوگ ہیں جن کی مودت ہم پر لازم قرار دی گئی ہے......؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی المرتضیٰ، فاطمۃ الزہراء اور ان کے دو شہزادے سلام اللہ علیہم اجمعین۔

باب دوم

اس باب میں 40 ایسی احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان ہوں گی جن میں بلا شرکت غیرے صرف اور صرف اہل بیت اطہار علیہم السلام شان وفضیلت بیان ہوئی ہے۔

حدیث نمبر 1: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! یاد رکھو میں بھی بظاہر تمہاری طرح کا ہی انسان ہوں' اور میرے رب کی جانب سے مجھے پیغام وصل آنے والا ہے' اور میں اللہ تعالیٰ کے اس پیغام پر لبیک کہنے والا ہوں۔ یاد رکھنا! میں تم لوگوں میں دو نہایت اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں' اگر تم نے ان کی پیروی کی تو تم لوگ کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک: اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب (قرآن مجید) جس میں تمہارے لیے ہدایت اور نور ہے' یاد رکھو! تم لوگ اللہ کی اس کتاب کو مضبوطی سے تھام کر رکھنا اور اس کے احکام پر عمل پیرا رہنا۔ اور دوسری اہم چیز جو میں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں وہ میرے اہل بیت مکرم ہیں۔ ان کے بارے میں تم میرا لحاظ رکھنا' اور میری خاطر ان کے حقوق کی رعایت کرنا۔ (مسلم)

اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ان (اہل بیت اطہار) سے ہرگز سبقت نہ کرنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ سبقت تمہاری تباہی و بربادی کا سبب بن جائے۔ اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں (کبھی بھی) کوتاہی نہ برتنا' مبادا یہ کوتاہی تمہاری ہلاکت کا سبب بن جائے۔

جبکہ ایک اور روایت میں یوں بیان ہوا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو! کتاب اللہ یعنی قرآن کی مثال حضرت نوح علیہم السلام کی کشتی کی مانند ہے' جو بھی (ایماندار) اس میں سوار ہوا' اسے نجات نصیب ہوئی اور جو کوئی بھی اس سے پیچھے رہ گیا' وہ غرق ہو گیا۔ اور میرے اہل بیت اطہار کی مثال باب حطہ (۱) کی طرح کی ہے' جو کوئی بھی اس میں سے داخل ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا' اور جو محروم رہا' اسے مغفرت نصیب نہ ہوئی۔

۱۔ باب حطہ: بنی اسرائیل کا وہ دروازہ جس سے گزرنے والے کی معافی ہو جاتی ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو یا تین بار یہ ارشادِ گرامی دہرایا کہ اے لوگو! میں تمہیں اپنے اہلِ بیت اطہار کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں (یعنی اللہ کے لئے ان کے حقوق کا خاص خیال رکھنا)۔

اب رہی یہ بات کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ فرمان عالی شان کس وقت ارشاد فرمایا، تو اس حوالے سے متعدد اقوال ملتے ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''غدیرِ خُم'' کے موقعہ پر یہ اعلان فرمایا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ جبکہ تیسرا قول یہ ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ظاہری زمانہ حیات کے اخیر میں ''مرض الوصال'' کے دوران یہ تاکید کی تھی۔ بہر حال ان مختلف اقوال کی توجیہ علماء و محدثین نے یہ بیان کی ہے کہ جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقعہ پر نہیں بلکہ متعدد مواقع پر لوگوں کے سامنے اپنے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے فضائل و مناقب بیان کیے اور بار بار لوگوں کو تاکید کی یہ وہ اہل بیت کرام کے حقوق کی رعایت کریں، اور اس رعایت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کا اور پھر اللہ کی ذات کا واسطہ بھی دیا تاکہ مزید تاکید کی جاسکے کہ اہل بیت اطہار کی شانیں اور عظمتیں کس قدر بلند ہیں۔ واللہ اعلم

حدیث نمبر 2: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حرمتیں تین ہیں، جس شخص نے ان تینوں کی حفاظت کی اور لحاظ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے دین و دنیا دونوں کو محفوظ رکھے گا۔ اور جس نے ان کی حفاظت نہ کی تو اللہ تعالیٰ بھی پھر اس کے دین و دنیا مامون نہیں رکھے گا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ حرمتیں کون کون سی ہیں......؟ اس پر آقا کل جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (1) اسلام کی حرمت

(2) میری حرمت (3) اور میری قرابت داری کی حرمت۔ (طبرانی، معجم)

حدیث نمبر 3: سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کے اہل بیت اطہار میں دیکھو۔ (بخاری) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر آپ کے اہل بیت سے حسن سلوک کرو، تعظیم وتوقیر بجالاؤ اور انہیں کسی بھی طرح کی ایذاء نہ دو)

حدیث نمبر 4: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! میں تمہیں اپنے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے بارے میں اچھائی اور خیر (سے پیش آنے) کی وصیت کرتا ہوں، یاد رکھو! قیامت کے دن میں اپنے اہل بیت اطہار کے حق میں (تم سے) مخاصمہ کروں گا، اور جس کے ساتھ میرا مخاصمہ اور جھگڑا ہوگا، یقیناً میں اس پر غالب رہوں گا، اور جس کسی کے ساتھ میں نے مخاصمہ میں غلبہ حاصل کرلیا، وہ یقیناً جہنم میں داخل ہوگا۔ (ملا، سیرت)

حدیث نمبر 5: آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس بھی شخص نے میرے اہل بیت اطہار کے بارے میں میرا لحاظ رکھا، وہ جان لے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے اپنی نجات وکامیابی کا عہد لے لیا۔

حدیث نمبر 6: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا: لوگو! میں جنت کے اس درخت (شجرۃ مبارکۃ) کی مانند ہوں جس کی شاخیں (ٹہنیاں) عالم دنیا کی جانب نکلی ہوئی ہیں (یعنی میرے اہل بیت اطہار اس شجرہ مبارکہ کی شاخیں ہیں) اور ہاں اگر کوئی شخص اپنے رب کی طرف جانے والا راستہ پانا چاہتا ہے تو وہ ان شاخوں کو مضبوطی سے تھام لے (رب تک پہنچ جائے گا)

حدیث نمبر 7: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: تمام حمد وثناء اور خوبیاں اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی زیبا ہیں جس نے حکمت ودانائی کو میرے اور میرے اہل بیت اطہار کے سینوں میں رکھا اور یاد رکھو حکمت سے میری مراد دین کے علم وعمل میں

مومن کا کمال حاصل کرنا ہے۔(مسند امام احمد)

حدیث نمبر 8: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے اہل بیت اطہار اور میرے انصار میرے لیے (بُغچہ) کی مانند ہیں۔ان میں سے جو نیکوکار ہیں ان کی نیکی کو قبول کرو اور ان سے غلطی کرنے والے سے درگزر کرو۔(دیلمی، مسند الفردوس)

حدیث نمبر 9: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم میں میرے اہل بیت اطہار کی مثال سفینہ نوح علیہ السلام کی سی ہے، جو کوئی اس میں سوار ہوا، اسے نجات ملی اور جو اس سے پیچھے رہ گیا، وہ غرق ہو گیا۔

(معجم، طبرانی، حلیہ، ابونعیم، مستدرک حاکم)

حدیث نمبر 10: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے جن لوگوں کی اللہ کے حضور شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت کرام ہوں گے۔ان کے بعد قریش کے لوگوں کی، پھر انصار مدینہ کی، پھر اہل یمن میں سے ہر اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مجھ پر ایمان لایا ہوگا اور میری اطاعت کی ہوگی۔اس کے بعد میں اہل عجم کی شفاعت کروں گا اور یاد رکھو جس گروہ کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ اپنے سے بعد والے گروہوں سے بہتر ہوگا۔(یعنی الافضل فالافضل کی بنیاد پر شفاعت ہوگی)

(معجم، امام طبرانی، مستدرک حاکم)

حدیث نمبر 11: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اہل ایمان! تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے جو میرے اہل بیت کے حق میں بہتر ہے۔(مستدرک امام حاکم)

حدیث نمبر 12: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میری امت میں سے جس گھرانے سے نکاح کی بدولت میری قرابت داری قائم ہو وہ گھرانہ جنت میں جائے اور میں نے رب العزت سے جو دعا کی تھی وہ اس نے قبول کر لی ہے۔

(امام طبرانی، معجم امام حاکم مستدرک، شیرازی کتاب الالقاب)

حدیث نمبر 13: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ تمہیں وہ اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور اللہ کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بنا پر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ (ترمذی، مستدرک حاکم)

حدیث نمبر 14: سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا میں میرے اہل بیت اطہار پر کوئی احسان کرے گا، تو قیامت کے روز اس کا اجر اور بدلہ چکانا میرے اوپر لازم ہے۔

(تاریخ دمشق، ابن عساکر، خطیب بغدادی بروایت عثمان غنیؓ)

حدیث نمبر 15: سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی شخص میرے ایک موئے مبارک (بال) کو ایذا دیتا ہے وہ یقیناً مجھے (میری ذات کو) تکلیف پہنچاتا ہے اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی۔ (تاریخ دمشق، ابن عساکر)

(نوٹ) (علماء نے بال سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک مراد لی ہے۔

حدیث نمبر 16: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان کا سبب ہیں، اسی طرح میرے اہل بیت اہل دنیا کے لئے امن وسکون کا باعث ہیں۔

(معجم کبیر طبرانی، المصنف، ابوبکر بن ابی شیبہ)

حدیث نمبر 17 - خادم رسول سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میرے اہل بیت اطہار کے حق میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا' اسے قیامت کے روز عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ (مستدرک' امام حاکم)

حدیث نمبر 18: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس بھی شخص نے میرے اہل بیت اطہار کو ایذاء پہنچائی۔ اس پر اللہ کا سخت عذاب ہوگا۔ (مسند الفردوس' امام دیلمی)

حدیث نمبر 19: سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں سے پل صراط پر وہی شخص ثابت قدم رہ سکے گا جو میرے اہل بیت اطہار اور میرے صحابہ کرام سے قوی محبت رکھتا ہوگا۔ (ایضاً)

حدیث نمبر 20: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ میرے اہل بیت اطہار سے جنگ کریں گے' میں ان سے جنگ کروں گا اور جن لوگوں سے میرے اہل بیت اطہار کی صلح ہوگی' ان سے میری بھی صلح ہوگی۔ (مسند احمد' جامع ترمذی' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ' مستدرک حاکم)

حدیث نمبر 21: سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں تمام افراد کی اولاد کی نسبت ان کے والد اور والد کے خاندان (عصبات) کی طرف ہوتی ہے سوائے سیّدہ فاطمہ سلام علیہا کی اولاد کے' بلاشبہ ان کی اولاد کی نسبت میری طرف ہے اور میں ہی ان کا ولی وعصبہ ہوں۔ (امام طبرانی' علامہ ابن حجر ہیثمی)

حدیث نمبر 22: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! یاد رکھنا جس بھی شخص نے میرے اہل بیت اطہار کو ایذاء پہنچائی' اس نے یقیناً مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے یقیناً اللہ کو

پہنچائی۔اور جو اللہ کو ایذاء پہنچاتا ہے۔بے شک اللہ اسے جہنم میں ڈالتا ہے۔

(ملا سیرت، امام ابن مندہ)

حدیث نمبر 23: سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ سے اور میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرتا ہو۔

حدیث نمبر 24: روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان! تم مجھ پر دم بریدہ (یعنی دم کٹا ہوا) درود وسلام مت پڑھا کرو...... صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دم بریدہ درود کیا ہوتا ہے......؟ آپ نے فرمایا: دم بریدہ درود سے مراد یہ ہے کہ تم صرف **اللھم صل علیٰ محمد** پڑھ کر خاموش ہو جاؤ۔بلکہ تم لوگ یوں درود پڑھا کرو: **اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد** ۔یعنی میرے ساتھ میری آل پر بھی درود بھیجا کرو۔

(سر المصطفیٰ: حافظ ابو سعید نیشا پوری)

حدیث نمبر 25: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص ہم اہل بیت اطہار پر درود بھیجتے وقت بہت بڑا اور زیادہ اجر لینا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ یوں درود بھیجا کرے:

اللھم صل علیٰ محمد وازواجه امهات المومنین و ذریته واهل بیته کماصلیت علی ابراهیم انك حمید مجید (سنن ابوداؤد)

حدیث نمبر 26: امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند الفردوس میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندے کی دعا اس وقت بارگاہ خداوندی میں پیش نہیں ہوتی جب تک وہ مجھ پر اور میرے اہل بیت اطہار پر درود وسلام نہ بھیجے۔

حدیث نمبر 27: ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہادت اور

درمیانی دوانگلیوں کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے حوض کوثر پر میرے اہل بیت اطہار اوران سے سچی محبت رکھنے والے اس طرح ایک ساتھ آئیں گے جیسے کہ دوانگلیاں بالکل ساتھ ساتھ ہیں۔

حدیث نمبر 28: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ میرے اہل بیت اطہار میں سے کسی کو بھی دوزخ میں داخل نہ فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول کرلی ہے۔ (مسند الفردوس' امام دیلمی)

حدیث نمبر 29: سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن ہر طرح کے رشتے ناطے' اور حسب نسب منقطع ہوجائیں گے لیکن میرا حسب ونسب منقطع نہیں ہوگا۔ (شعب الایمان' امام بیہقی)

حدیث نمبر 30: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے میری لخت جگر! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کو اور آپ کی اولاد پاک میں سے کسی کو بھی عذاب نہیں دے گا۔ (معجم کبیر' امام طبرانی)

حدیث نمبر 31: حضرت ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ میری ذات کو اپنی ذات سے اور میری اولاد کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ (امام طبرانی' امام بیہقی اور امام دیلمی نے یہ روایت حضرت امام ابن ابی دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً نقل کی ہے۔ یعنی سند میں ان صحابی کا نام نہیں ہے' جنہوں نے براہ راست رسول اللہ سے یہ حدیث سنی تھی۔)

حدیث نمبر 32: امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اہل ایمان! اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تربیت دو:

1-قرآن حکیم کی قرات کی تعلیم وتربیت

2-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی تعلیم

3-اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار سے (سچی) محبت کی تعلیم۔(مسند الفردوس٬ امام دیلمی)

حدیث نمبر 33: رسول اللہ کے چچا جان جناب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی بھی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ میرے اہل بیت اطہار سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور میری قرابت داری وجہ سے محبت نہ کرے۔(سنن ابن ماجہ٬ مستدرک امام حاکم٬ معجم کبیر امام طبرانی)

حدیث نمبر 34: امام دیلمی رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے٬ وہ مجھ سے بھی محبت رکھے گا اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے کہ وہ میرے صحابہ کرام اور میرے قرابت داروں سے بھی محبت رکھتا ہے۔(مسند الفردوس٬ امام دیلمی)

حدیث نمبر 35: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک مجھ سے اور میرے اہل بیت اطہار سے وہی شخص محبت رکھتا ہے جو سچا مومن اور متقی ہے جبکہ مجھ سے اور میرے اہل بیت اطہار سے صرف وہی شخص بغض رکھتا ہے جو منافق اور شقی القلب ہو۔(ملا٬ سیرت النبی)

حدیث نمبر 36: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ جل جلالہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جو بھی شخص مجھ سے یا میرے اہل بیت اطہار سے دشمنی رکھتا ہو٬ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے گا۔(مستدرک٬ امام حاکم٬ صحیح ابن حبان)

حدیث نمبر 37: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: بے شک

اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیانی حصے میں نمازیں ادا کرے اور روزے رکھے لیکن وہ میرے اہل بیت اطہار سے دشمنی و بغض رکھتا ہو تو قیامت کے دن جب وہ اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو (باوجود عبادت و ریاضت) وہ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔ (الشرف المؤبد بحوالہ مستدرک امام حاکم)

حدیث نمبر 38: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک چھ (6) طرح کے لوگ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے، میں نے اور ہر مستجاب الدعاء نبی ورسول نے لعنت فرمائی ہے۔

1- ایسا شخص جو کتاب اللہ میں کوئی کمی زیادتی کرے۔

2- ایسا شخص جو اللہ کی مقرر کردہ تقدیر پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

3- ایسا شخص جو میری امت پر مسلط ہو جائے حالانکہ وہ ظالم و جابر ہو۔

4- ایسا شخص جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال کہتا ہو۔

5- ایسا شخص جو میرے اہل بیت اطہار کے بارے میں ایسی بات کو حلال سمجھے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہو (یعنی برا بھلا کہنا، گالی دینا اور ایذاء پہنچانا)

6- اور میری سنت کو برباد کرنے والا شخص۔ (کتاب الدعاء- امام طبرانی)

وضاحت: اس حدیث پاک اور سابقہ احادیث سے معلوم ہوا کہ اہل بیت اطہار کی محبت فرائض عین میں سے ہے اور ان سے کسی بھی طرح کا بغض رکھنا سخت ترین حرام ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

اے اہل بیت نبوت! بے شک تمہاری محبت اللہ کی جانب سے فرض قرار دی گئی ہے، اور اس فرضیت کو قرآن میں نازل کیا ہے اور بے شک آپ حضرات کے لئے یہی قدر و منزلت کافی ہے کہ جس نے آپ پر درود نہ بھیجا اس کی نماز اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔

ایسے ہی صحابہ کرام کی محبت بھی فرائض عین میں سے ہے اور ان سے بھی بغض و

عداوت رکھنا سخت حرام ہے۔ جیسا کہ اس مسئلہ پر بے شمار احادیث وآیات گواہ ہیں۔

حدیث نمبر 39: امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی شخص میرے وسیلہ کا طلبگار ہے اور بروز قیامت میری شفاعت سے مستفید ہونا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ میرے اہل بیت اطہار سے تعلقات رکھے اور ان کی خوشی (غمی) میں شریک ہو۔ (مسند الفردوس، دیلمی)

حدیث نمبر 40: امام دیلمی رضی اللہ عنہ نے ہی سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں چار طرح کے لوگوں کے حق میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔

1- وہ لوگ جو میری اولاد کی تعظیم کرتے ہوں۔

2- وہ لوگ جو ان کی ضروریات کو پورا کرتے ہوں۔

3- وہ لوگ جو ان کی پریشانی اور اضطراب کے وقت ان کی مدد واعانت کرتے ہوں۔

4- وہ لوگ جو اپنے دل وزبان سے انہیں دوست ومحبوب رکھتے ہوں۔

(مسند الفردوس، دیلمی)

نوٹ: اہل بیت اطہار کے فضائل ومناقب میں لاتعداد احادیث آئی ہیں لیکن میں نے اس کتاب میں اختصار کی رعایت کرتے ہوئے صرف 40 احادیث نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

باب سوم

نوٹ: اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی وہ احادیث مبارکہ بیان ہوں گی جو اہل بیت اطہار میں سے بعض معین افراد کے حق میں آئی ہیں اور یہ تقریباً 165 احادیث مبارکہ ہیں۔

نمبر 1: سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان وفضیلت میں آنے والی احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

حدیث نمبر 1: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوہ تبوک کی طرف روانگی کے وقت سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو ساتھ لے جانے کی بجائے مدینہ منورہ میں اپنا نائب وخلیفہ مقرر فرمایا۔ میدان جہاد میں عملاً شریک نہ ہو سکنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بظاہر سفر میں ہمرکابی نصیب نہ ہونے کی وجہ سے سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تھوڑے غمزدہ تھے۔ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آقا کریم! آپ مجھے یہاں (اپنے سے دور) عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں......؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (سیّدنا علی المرتضیٰ کے درد وکرب اور ظاہری دوری کے احساس کو سمجھتے ہوئے) فرمایا: اے علی المرتضیٰ! کیا آپ کو اس (سعادت) پر خوشی نہیں ہے کہ آپ میرے لیے ایسے ہی ہیں جیسے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے سیّدنا ہارون علیہ السلام تھے۔ ہاں لیکن میرے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر 2: حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے دوران ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کل میں اپنے لشکر کا جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح عطا فرمائے گا۔

اور وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہوگا جبکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس شخص کو محبوب رکھتے ہیں۔ جب رات ہوئی تو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ تمنا کر رہے تھے کہ کاش کل یہ فتح کا جھنڈا مجھے مل جائے......لیکن جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ جھنڈا سیّدنا علی

المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو عنایت فرمایا: اور حق تعالیٰ نے قلعہ خیبر کو ان کے دست مبارک سے فتح فرمایا۔ (متفق علیہ)

حدیث نمبر 3: حضرت ابوالفضل طفیل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر ''غدیرِ خُم'' کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا تھا: اے لوگو! جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا علی المرتضیٰ بھی مولیٰ ہے۔ اور پھر فرمایا: اے اللہ! بے شک تو بھی اسے اپنا دوست رکھ جس کو علی المرتضیٰ دوست رکھتے ہوں اور اس سے دشمنی فرما، جو علی المرتضیٰ کو دشمن رکھتا ہو۔ (مسند امام احمد۔ مسند امام ابو یعلیٰ)

حدیث نمبر 4: حضرت بریدہ بن خصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بریدہ! چار لوگوں سے میں محبت رکھتا ہوں، تم بھی ان چار سے محبت رکھنا۔ حضرت بریدہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ چار ہستیاں کون سی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1- علی المرتضیٰ 2- ابوذر غفاری 3- مقداد 4- اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین (سنن ترمذی۔ مستدرک حاکم)

حدیث نمبر 5: حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا: بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میرے قرض کو صرف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی ادا کریں گے۔

(مسند احمد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

حدیث نمبر 6: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا۔ اس وقت سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم وہاں موجود نہ تھے۔ جب انہیں پتہ چلا تو وہ اشکبار اور پرنم آنکھوں سے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ قائم فرمادیا ہے جبکہ مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: اے علی المرتضیٰ! آپ دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہیں۔ (ترمذی)

حدیث نمبر 7: سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ بیان فرماتے ہیں: مجھے اس ذات کی قسم! جو زمین سے دانے کو اگاتی ہے اور جو تمام مخلوقات کو پالتی ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ اے علی المرتضیٰ! آپ سے صرف مومن ہی محبت رکھیں اور صرف منافق ہی بغض رکھیں گے۔

(صحیح مسلم)

حدیث نمبر 8: حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار صحابہ کرام اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم منافقون کو سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض وحسد رکھنے کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ (مسند امام احمد، جامع ترمذی)

حدیث نمبر 9: امام بزار نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جبکہ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک میں علم کا شہر ہوں اور علی اس (شہر علم میں داخل ہونے) کا دروازہ۔ جبکہ ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔

نوٹ: بعد میں نقل کی گئی روایت کہ کے بارے میں علماء جرح وتعدیل اور نقد کے متعدد اقوال ہیں کہ یہ ضعیف سند ہے۔

حدیث نمبر 10: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (مستدرک۔امام حاکم۔معجم کبیر۔امام طبرانی)

حدیث نمبر 11: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے علی المرتضیٰ کو ایذاء پہنچائی، اس نے یقیناً مجھے ایذاء دی۔ (مسند ابویعلی۔مسند بزار)

حدیث نمبر 12: اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے علی المرتضیٰ سے محبت کی، یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے علی المرتضیٰ سے بغض رکھا اس نے یقیناً مجھ سے بغض رکھا، اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔ (معجم امام طبرانی)

حدیث نمبر 13: اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم قرآن حکیم کے ساتھ ہیں اور قرآن سیّدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ۔ یہ ایک دونوں ایک دوسرے سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ بروز قیامت دونوں میرے پاس میرے حوض کوثر پر حاضر ہوں گے۔ (معجم اوسط وصغیر۔امام طبرانی)

حدیث نمبر 14: شہید مظلوم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا: اے علی المرتضیٰ! دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت دو بندے ہیں۔ ایک سرخ رنگ کا آل ثمود کا فرد جس حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ بدبخت جو آپ کے سر پر تلوار مارے گا یہاں تک کہ آپ کی داڑھی خون سے سرخ ہو جائے گی اور وہ آپ کو شہید کر دے گا۔ (مسند امام احمد۔مستدرک امام حاکم)

نوٹ: ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم نے فرمایا: پہلے آنے والی امتوں میں بد بخت ترین شخص وہ تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو لنگڑا کیا تھا اور آخر میں آنے والوں میں سے بد بخت ترین وہ ہوگا جو حضرت علی کو قتل کرے گا۔ پہلے کا نام قدار بن سالف تھا اور اس کا نام عبد الرحمٰن بن ملجم ہوگا۔ یہ غیب کی خبر تھی جو حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

حدیث نمبر 15: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نکاح سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا سے کراؤں۔ (معجم کبیر۔ امام طبرانی)

حدیث نمبر 16 - خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت 3 لوگوں کی بے حد مشتاق ہے۔

(1) علی المرتضیٰ (2) عمار بن یاسر (3) سلمان فارسی رضوان اللہ علیہم

(ترمذی۔ مستدرک امام حاکم)

حدیث نمبر 17 - نبی کریم جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: چار ایسے اشخاص ہیں کہ جن کی محبت ایک ساتھ کسی بھی منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور ان چاروں سے سوائے اہل ایمان کے کوئی محبت نہیں کرسکتا۔

(1) ابوبکر صدیق (2) عمر فاروق (3) عثمان غنی (4) علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حدیث نمبر 18: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض الوصال میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس باہر تشریف لائے۔ جب سیّدنا عباس اور سیّدنا علی المرتضیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے اہل ایمان! میں تمہیں ان دونوں ہستیوں کے بارے میں ہمیشہ خیر اور بھلائی سے معاملہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یاد رکھو جو بھی شخص

میری خاطر ان کے حقوق کا خیال رکھے گا تو حق تعالیٰ اس شخص کو ایک نور عطا فرمائے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ شخص اس نور کی معیت میں میرے پاس حاضر ہوگا۔

(امام ابن ابی الدنیا)

حدیث نمبر 19: سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں کی محبت کا مرکز سیّدنا علی المرتضیٰ کی ذات ہے جبکہ منافق لوگوں کی محبت کا مرکز دنیا کا مال واسباب ہے۔ (امام ابن عدی، المسند)

حدیث نمبر 20: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے اور یاد رکھنا میرے بعد ہر مومن کا مولی علی المرتضیٰ شیرِ خدا ہیں۔ (ترمذی)

حدیث نمبر 21: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سیّدنا علی المرتضیٰ نبی کریم جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت وہاں پر میرے والد سیّدنا عباس بن عبدالمطلب بھی موجود تھے۔ جب سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا نے سلام عرض کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف جواب عطا فرمایا بلکہ اٹھے اور سیّدنا علی المرتضیٰ سے بغلگیر ہو گئے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور پھر اپنے دائیں طرف بٹھایا۔ یہ سب دیکھ کر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ سیّدنا علی المرتضیٰ سے اس قدر محبت فرماتے ہیں......؟ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چچا جان! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں مجھ سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور پھر مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول کی ذریت کو ان کی صلب میں رکھا جبکہ میری ذریت اور اولاد ان کی یعنی علی المرتضیٰ کی صلب میں رکھا ہے۔ (امام ابوالخیر حاکمی)

حدیث نمبر 22: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا: اے علی

المرتضیٰ! جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے یقیناً میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے یقیناً میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی۔ (المعجم۔امام ابوبکر اسماعیلی)

نوٹ: سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل ومناقب میں اور بھی بے شمار احادیث منقول ہیں۔ لیکن اختصار کی خاطر انہیں 22 روایات پر اکتفا کرتا ہوں۔

باب چہارم

سیّدنا علی المرتضیٰ، سیّدہ کائنات، اور حسنین کریمین علیہم السلام کے بعض وہ احوال وصفات جو احادیث نبویہ کے علاوہ دیگر ذرائع سے منقول ہیں۔

سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے حالات

زمانہ قبل از اسلام و بعد اسلام دونوں ادوار میں آپ کا اسم گرامی علی ہی تھا جبکہ کنیت ابوالحسن ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی کنیت ''ابوتراب'' رکھی۔ جس پر سیّدنا علی المرتضیٰ ہمیشہ فخر فرماتے تھے کہ مجھے یہ کنیت بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوئی ہے۔ آپ کے مشہور القاب مرتضیٰ اور حیدر ہیں۔ آپ علیہ السلام کے والد ماجد کا اسم گرامی ابوطالب ہے اور رشتہ کے اعتبار سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں۔ حضرت ابوطالب کا اصل نام عبد مناف تھا۔ جبکہ آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ عنہم ہے اور آپ ہی وہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنم دیا۔ سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ اسلام لانے کے بعد مدینہ منورہ کی جانب ہجرت سے بھی مشرف ہوئیں اور مدینہ میں ہی وصال ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے لئے بذات خود قبر مبارک میں اترے اور کفن کے لئے اپنا پیراہن عطا فرمایا۔ سیّدہ فاطمہ بنت اُسد رضی اللہ عنہا کی قبر بلا اختلاف مورخین مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان بقیع الغرقد میں ہے۔ البتہ اس کے تعین میں اختلاف ہے۔ اس حوالے سے تین اقوال ہیں: (1) قبر مبارک بقیع الغرقد کے آخر میں واقع ہے۔ (2) سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب سرائے عقیل میں واقع ہے۔ (3) آپ کی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے سیّدنا ابراہیم بن محمد علیہما السلام کی قبر کے قریب ہے۔

حضرت ابوطالب کے ایمان و عدم ایمان کے حوالے سے متعدد روایات کتب حدیث اور سیرت میں موجود ہیں۔ کچھ لوگ ان کے ایمان کے قائل ہیں جبکہ اکثریت

عدم ایمان کی قائل ہے۔ بہر حال اس امر میں توقف کرنا اور خاموش رہنا اور اس معاملے کو اللہ عالم الغیب والشہادہ کی طرف تفویض کرنا ہی بہتر اور مناسب ہے۔ کیونکہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت داری تھی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (تقریباً 43 سال) کفالت اور سرپرستی کی۔ ان کی وفات مکہ معظمہ میں 10 نبوی کو ہوئی (اور وہ سال عام الحزن قرار دیا گیا) حضرت ابوطالب کی قبر مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلی میں ہے اور وہاں ایک بڑا مقبرہ قبہ ابوطالب کے نام سے مشہور ہے۔ (نوٹ: یہ تب کی بات ہے جب حجاز کی سرزمین پر آل سعود کی حکومت مسلط نہیں ہوئی تھی اور مخدوم ہاشم نے ان مبارک جگہوں کو خود دیکھا تھا۔)

سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا بے شک علی المرتضٰی ہم سب میں فیصلہ کرنے کے لحاظ سے بہت مقدم تھے جبکہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: اگر کوئی شخص ہمیں کسی مسئلہ میں سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فتویٰ بتا دیتا تو ہم پھر اس بات میں آگے نہیں بڑھتے۔ اسی طرح حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مشکل سے پناہ مانگتا ہوں جس کو حل کرنے کے لئے ہمارے درمیان ابوالحسن نہ ہوں: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس وقت جو لوگ دنیا میں باقی ہیں، سیّدنا علی المرتضٰی ان سب سے زیادہ سنت نبویہ کو جاننے اور سمجھنے والے ہیں۔ بلاشبہ سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو اسلام قبول کرنے میں سب لوگوں پر سبقت حاصل ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہے۔ قرآن، سنت نبویہ، فقہ، جنگ میں شجاعت و بہادری اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی آپ کو دوسرے لوگوں پر سبقت حاصل ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرآن پاک کی تین سو آیات بینات سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کی

شان میں نازل ہوئی ہیں۔اور سیّدنا علی المرتضٰی میں 18 خصائل ایسے ہیں جو اس امت میں باقی کسی فرد کو نصیب نہیں ہوتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔بے شک سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو تین ایسی خوبیاں عطا ہوئی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ میرے نزدیک (ملک عرب کے محبوب ترین مال) سرخ اونٹ سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوتی۔وہ تین خوبیاں حسب ذیل ہیں: 1- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (محبوب ترین) صاحبزادی سے نکاح مبارک کی سعادت (2) غزوہ خیبر میں فتح کا جھنڈا عطا ہونا (3) اور حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر کر جانے کی اجازت ہونا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی کون سی آیت کب نازل ہوئی، رات کو نازل ہوئی یا دن میں، نرم زمین میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر بے شک میں یہ سب کچھ جانتا ہوں۔

سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کی کرامات مبارکہ

آپ کی یہ شان ہے کہ آپ کی خاطر ڈوبے سورج کو واپس لوٹایا گیا اور یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر انور آپ کی گود میں رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور غالباً آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی جس وجہ سے سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی نماز عصر ادا نہ ہو سکی۔لیکن آپ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام کی وجہ سے اظہار نہ کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا کہ علی المرتضٰی نے عصر کی نماز ادا نہیں کی ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں دعا فرمائی: اے اللہ! بے شک علی تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں تھا۔اے اللہ! علی کے لئے

سورج کو واپس پلٹا دے...... پس سورج غروب کے باوجود واپس لوٹایا گیا اور سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا نے نماز عصر ادا کی۔ (یہ روایت قاضی عیاض نے شفاء شریف میں نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ طحاوی اور شیخ الاسلام ابوزرعہ اور دیگر محدثین نے اس کو حدیث حسن قرار دیا ہے اور جو لوگ اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں ان کا شدید رد کیا ہے۔)

سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک کرامت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ کسی مجلس میں حدیث بیان فرما رہے تھے کہ حاضرین محفل میں سے ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا آپ غلط کہہ رہے ہیں یہ بات اس طرح نہیں ہے۔ سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: تو نے جو یہ بات کی ہے کیا میں اس پر تیرے خلاف دعا کروں۔ اگر تو جھوٹا ہے تو تو اندھا ہو جائے...... ابھی وہ شخص مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس کی بینائی جاتی رہی۔

سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی علمی فیصلے

روایات میں آتا ہے کہ آپ کے دور میں دو شخص بیٹھے صبح کو ناشتہ کر رہے تھے۔ ایک کے پاس 5 روٹیاں تھیں دوسرے کے پاس 3۔ ان کے پاس سے ایک اور شخص گزرا تو انہوں نے اسے بھی اپنے ساتھ کھانے پر بیٹھا لیا اور پھر تینوں نے مل کر 8 روٹیاں کھالیں۔ کھانے سے فراغت کے بعد اس تیسرے شخص نے انہیں 8 درہم دیئے اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد پہلے دونوں اشخاص میں رقم کی تقسیم کے حوالے سے باہمی اختلاف ہو گیا۔ جس کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے دوسرے سے کہا: میرے پانچ درہم بنتے ہیں اور تجھے تین درہم ملنے چاہئے۔ جبکہ تین روٹیوں والا 4 درہم لینے پر بضد تھا۔ جب معاملہ سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے تین روٹیوں والے سے فرمایا: تمہارا دوست تمہیں جو کچھ دے رہا ہے وہ لے لو۔ وہ بولا: میرا شرعاً جو حق بنتا ہے میں وہی لوں گا...... سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: شرعی

اعتبار سے تو تمہارا ایک درہم بنتا ہے۔ وہ حیران ہو کر بولا: وہ کیسے......؟ سیّدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا: تم تین لوگ تھے اور تینوں نے مل کر 8 روٹیاں کھائیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس نے کم کھائی اور کس نے زیادہ...... لہٰذا مساوات کے کلیے کے مطابق ہر روٹی کو تین افراد پر تقسیم کیا جائے گا...... اس لحاظ سے 8 روٹیوں کے 24 حصے بنتے ہیں۔ اب جب تینوں نے آٹھ آٹھ حصے کھا لیے تو 5 روٹیوں والے کے پندرہ حصے بنے اس نے 1/3 حصے کھائے جو کہ 8 ٹکڑے بنے اور اس کے 7 ٹکڑے باقی بچ گئے۔ جبکہ تمہارے 3 روٹیوں کے 9 حصے بنتے تھے جن میں سے 8 تو نے کھا لیے اور ایک باقی بچا۔ لہٰذا 7 حصے والے کو 7 درہم اور ایک والے کو ایک درہم ملے گا...... یہ بات سن کر تین روٹیوں والے نے کہا:

ٹھیک ہے مجھے اپنا شرعی حصہ ایک درہم ہی کافی ہے اور میں اس فیصلے پر راضی ہوں۔

نقل کیا جاتا ہے کہ ایک ایسے شخص کو سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں لایا گیا جس کا دعویٰ تھا کہ اسے اپنی ماں کے سبب سے احتلام ہوا ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے......؟ آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کرو اور اس کے سایہ کو سزا دو۔ مشکوٰۃ المصابیح اور دیگر کتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے یہی قول منقول ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے اور بھی بے شمار فضائل ومناقب اور کرامات منقول ہیں لیکن اختصار کی خاطر انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے حالات وواقعات

آپ سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی ''فاطمہ'' ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو، آپ کی اولاد پاک کو اور آپ سے محبت کرنے والوں کو جہنم کی آگ سے محفوظ ومامون رکھا ہے جبکہ آپ کی نورانیت، حسن صورت وسیرت اور پاکیزگی وطہارت کے سبب

آپ کا لقب ''الزہراء'' ہے۔ ایسے ہی آپ کا ایک لقب ''بتول'' بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا اپنے حسب نسب' دین داری' شرف و بزرگی اور عظمت و پاکیزگی میں جہاں بھر کی عورتوں سے افضل وممتاز تھیں اس لے آپ کو بتول کہا جاتا ہے۔ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سیّدہ فاطمہ کے زہد وتقویٰ اور ذات خداوندی سے بے انتہا رغبت کی بنا پر آپ کو ''بتول'' کہا جاتا ہے۔ سیّدہ کائنات کی کنیت مبارکہ ''ام ابیھا'' یعنی آپ والد کی ماں ہے۔ اس کنیت کی دو طرح سے توجیہ کی جاتی ہے۔

نمبر 1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ فاطمہ کی بے پناہ محبت اور تعظیم وتوقیر کی وجہ سے انہیں ''امی'' کہہ کر پکارتے تھے۔

نمبر 2: ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی جان کا اسم گرامی بھی فاطمہ تھا کیونکہ سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عمر تھیں اور دادی ماں کا حکم رکھتی ہے لہٰذا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا نام فاطمہ اپنی دادی کے نام کی مناسبت سے رکھا تو اس لحاظ سے وہ اپنے والد کی ماں ہوئیں۔ واللہ اعلم۔

بلاشبہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ جیسے سابقہ احادیث میں نقل کیا جا چکا ہے۔ البتہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور سیّدہ مریم بنت عمران علیہا والدہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان افضلیت کے لحاظ سے علماء کا باہم اختلاف ہے کہ ان دونوں ذوات قدسیہ میں سے افضل ترین کون ہے؟

علامہ قرطبی کا موقف:

علامہ قرطبی سیّدہ مریم بنت عمران علیہا السلام کی افضلیت کے قائل ہیں اور اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے تین دلائل پیش کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں: 1- پہلی دلیل یہ ہے کہ سیّدہ مریم کی نبوت کے حوالے سے اختلاف ہے۔ (یعنی وہ نبیہ تھیں یا نہیں) 2- دوسری دلیل یہ ہے کہ کئی احادیث نبویہ میں سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو

جہاں جنتی عورتوں کا سردار قرار دیا گیا وہاں پر سیّدہ مریم علیہا السلام کا استثناء کیا گیا ہے۔

یعنی یوں فرمایا گیا: سیّدہ فاطمہ مریم علیہا السلام کے علاوہ باقی تمام جنتی خواتین کی سرادر

ہیں۔ (۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ سیّدہ مریم سلام اللہ علیہا کی شان میں صریح طور پر

قرآن کی آیات آئی ہیں۔ جیسے فرمان خداوندی ہے: وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ

الْعَالَمِيْنَ کہ اے مریم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کی عورتوں پر فضیلت بخشی

ہے۔

جمہور علماء کا موقف:

جمہور علماء کے نزدیک سیّدہ فاطمہ سلام علیہا حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام

سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپ افضل المخلوقات جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جزو

ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمة بضعة منی کہ فاطمہ

میرے جسد مبارک کا ٹکڑا ہیں۔

علامہ قرطبی کے موقف کی تردید کرتے ہوئے ان کے پیش کردہ تین دلائل کے

علماء جمہور نے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں۔

نمبر 1: پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اصح ترین قول یہ ہے

کہ حضرت مریم بنت عمران درجہ نبوت پر فائز نہیں تھیں بلکہ قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے

توان کے نبیہ نہ ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے لہٰذا اجماع علماء کے سامنے علامہ قرطبی

کے قول کا اعتبار نہیں ہے۔

نمبر 2: دوسری دلیل کا جواب یہ کہ جن احادیث مبارکہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا

کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کا استثناء کیا گیا ہے وہ

روایات سند کے لحاظ سے درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔

نمبر 3: رہی تیسری دلیل کہ قرآن مجید میں پوری صراحت سیّدہ مریم کو مخاطب کر

کے اللہ نے فرمایا: وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ۔ تو اس حوالے سے گزارش یہ

ہے حضرت حارث بن ابو اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں صحیح سند کے مرسلاً بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک مریم علیہا السلام اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے افضل تھیں اور سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنے وقت کی عورتوں میں سب سے بہتر ہیں۔ اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ لہٰذا ان دو احادیث کی روشنی میں آیت کریمہ کا معنی یوں متعین ہوگا کہ "نساء العالمین" سے مراد صرف سیّدہ مریم علیہا السلام کے زمانے کی عورتیں مراد ہیں نہ کہ تمام ازمنہ سابقہ وقادمہ کی۔ اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ امت محمدیہ جملہ امتوں میں سب سے بہتر ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس...... اس آیت سے بھی سیّدہ فاطمہ کی حضرت مریم پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور پھر بہت سے محدثین کرام نے بھی سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو حضرت مریم پر فضیلت دی ہے جیسے محدث زرکشی، محدث مقریزی، محدث خیفری، محدث سیوطی وغیرہم۔

امت محمدیہ کی افضل ترین خاتون کون......؟

اس حوالے سے بھی علماء میں باہم اختلاف ہے۔ بعض علماء سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو امت محمدیہ کی افضل ترین خاتون قرار دیتے ہیں اور بعض سیّدہ اُمّ المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کو، جبکہ بعض کا موقف یہ ہے کہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل خاتون ہیں۔

ان تینوں مواقف کے دلائل کتب سیرت میں تفصیل سے موجود ہیں لیکن میں نے یہاں اختصار کی خاطر ان تمام دلائل کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ حتمی بات اور راجح ترین قول یہی ہے کہ اس امت کی تمام خواتین سے افضل ترین خاتون سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذات پاک ہے۔ ان کے بعد سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور ان کے سیّدہ عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا

اور ہاں سیّدہ فاطمہ سلام علیہا کا نکاح سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے بحکم خداوندی ہوا اور معتبر ترین قول کے مطابق یہ عقد مبارک ہجرت مدینہ کے دوسرے سال ہوا البتہ مہینہ کون سا تھا؟ اس کے بارے میں معاملہ مختلف فیہ ہے کہ آیا محرم الحرام میں ہوا، رجب میں ہوا یا ماہ رمضان المبارک میں یا ماہ صفر المظفر میں۔ یہ چار اقوال ملتے ہیں جبکہ ان چاروں میں سے راجح ترین قول یہ ہے کہ عقد مبارک ماہ صفر المظفر کے نصف میں ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں بنفس نفیس موجود شامل تھے اور اس وقت سیّدہ کائنات کی عمر مبارک 19 سال اور نصف ماہ تھی۔

ایک ضعیف قول کے مطابق سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کی عمر مبارک چوبیس سال اور نصف ماہ تھی۔ اس نکاح کی تفاصیل کتب سیرت میں موجود ہے۔ اختصار کی بنا پر میں یہاں اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔

سیّدنا امام حسن علیہ السلام کے حالات و واقعات

سیّدنا امام حسن علیہ السلام بڑے کریم النفس، حلیم الطبع، بے انتہا سخی، بڑے باوقار صاحب عفت وحیاء، امت کے خیر خواہ، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی جانب میلان رکھنے والی شخصیت تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام ''حسن'' رکھا جبکہ آپ کے والد ماجد سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے ''حرب'' نام تجویز فرمایا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ ''حسن'' ہے جبکہ آپ کے بعد پیدا ہونے والی بھائی کا نام ''حسین'' رکھا اور یہ دونوں نام یعنی حسن و حسین ان دو ہستیوں سے قبل کسی اور کے نام نہیں رکھے گئے۔ سیّدنا امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے ساتویں دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیقہ ادا فرمایا اور دو مینڈے ذبح فرمائے اور آپ کی دایہ کو گوشت کی ایک ران اور ایک دینار دلوایا۔ سیّدنا امام حسن کے سر کے بالوں کو اتروا کر ان کے ہم وزن چاندی صدقہ فرمایا اور ختنہ کروایا۔ یہ تمام امور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس اپنی نگرانی میں کیے جس سے آپ کی سیّدنا امام حسن علیہ السلام سے محبت کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سیّدنا امام حسن علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہریہ کے سات سال اور ڈیڑھ ماہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت و محبت میسر آئی۔

سیّدنا امام حسن علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے 20 حج پیادہ پا ادا

کیے اور راستے میں کہیں بھی سواری زیرِ استعمال نہ لائے۔ حالانکہ سواریاں موجود تھیں جب آپ علیہ السلام سے عرض کیا جاتا: یا ابن رسول اللہ! اتنی سواریاں ہوتے ہوئے بھی آپ سوار کیوں نہیں ہوتے......؟ آپ فرماتے: مجھے اللہ رب العزت سے حیا آتی ہے کہ میں اس سے ملاقات کے لئے طاقت ہوتے ہوئے بھی پاپیادہ کی بجائے سوار ہو کر جاؤں۔

آپ لوگوں سے بڑے حسن سلوک اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار آپ کا ایک خادم گرم دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں لا رہا تھا کہ اس کا پاؤں پھسل گیا جس کی وجہ سے گرم دودھ سیّدنا امام حسن کے رخسار مبارک پر گرا اور پیالہ زمین پر گر کے ٹوٹ گیا۔ سیّدنا امام حسن علیہ السلام نے خادم کی طرف دیکھا تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے۔ "وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ" (یعنی غصہ کو پی جانے والے) سیّدنا امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: کظمت غیظی (یعنی میں نے اپنے غصے پر قابو پالیا) اس پر خادم نے دوبارہ پڑھا:

"وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ" (یعنی لوگوں کو معاف کرنے والے) سیّدنا امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: قد عفوت عنک (یعنی میں تجھے معاف کر دیا) خادم نے پھر پڑھا "وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" (یعنی اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے) امام حسن نے یہ سن کر فرمایا: جاؤ میں نے تمہیں اللہ کی خاطر اپنی ملک سے آزاد کیا۔

سیّدنا امام حسن علیہ السلام بے انتہا سخی تھے۔ معتبر روایات کے مطابق آپ علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ میں 2 بار اپنے گھر کا کل اثاثہ اور تین بار آدھا سامان اللہ کی راہ میں غرباء و مساکین میں تقسیم فرمایا۔ ایسے ہی آپ کی عادت مبارکہ تھی جب بھی جوتے (نعلین) خریدتے تو ایک جوڑا اپنے لیے خریدتے اور ایک اللہ کی راہ میں کسی کو دیتے۔ ایسے ہی سردیوں میں موزے لیتے تو ایک جوڑا اپنے لیے لے لیتے تو دوسرا کسی فقیر کو لے کر دیتے۔

ایک بار آپ علیہ السلام نے سنا کہ ایک سائل اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگ رہا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اسے بلوایا اور اپنے مال میں سے اسے دس ہزار درہم دلوائے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک بار ایک سائل آپ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اپنی مالداری کے بعد فقیری یعنی زوال دولت کی داستان سنانے لگا۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے بندہ خدا! تم میرے سامنے اللہ رب العزت کا نام لے رہے ہو اور مجھ پر تمہارا بڑا حق ہے۔

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلے میں بہت سامال بھی انتہائی کم حیثیت رکھتا ہے۔ تمہارا جو حق بنتا ہے اس وقت اس کی ادائیگی سے میرا ہاتھ عاجز ہے۔ کیونکہ اس وقت میری ملکیت میں اتنا مال نہیں ہے کہ تمہارا حق ادا کرسکوں۔ اگر تم میرے مقدور پر راضی ہو اور یہ وعدہ کرو کہ میں حسب استطاعت تمہیں جو کچھ دوں گا وہ قبول کرو گے......

اس نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! آپ جو کچھ بھی عطا فرمائیں گے...... مجھے وہ قبول ہے اور اس پر میں آپ کا شکرگزار رہوں گا۔ اور اگر آپ کچھ نہ دینے کی پوزیشن میں ہیں تو بھی میں آپ کو معذور سمجھوں گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس سے لین دین کا سارا حساب کروایا اور پھر فرمایا اس کے بعد جو رقم اضافی ہے وہ ساری کی ساری اس سائل کو دے دی جائے۔ چنانچہ حساب کتاب کے بعد وکیل نے جو رقم پیش کی وہ 50 ہزار درہم تھی۔ امام حسن علیہ السلام نے وکیل سے فرمایا: وہ 500 دینار کہاں ہیں جو تمہارا پاس الگ سے محفوظ تھے؟ وہ بھی لے آؤ چنانچہ وکیل وہ دینار بھی لے آیا...... امام حسن علیہ السلام نے یہ دونوں رقمیں یعنی 500 دینار اور 50 ہزار درہم اس سائل کو عنایت فرمائے اور ساتھ بڑی معذرت کی کہ میں تمہاری خاطر خواہ اعانت نہ کرسکا۔ ازراہ مہربانی اتنی رقم پر ہی راضی ہو جاؤ۔ سبحان اللہ۔

یہ بھی منقول ہے کہ ایک بار ایک بوڑھی خاتون نے سیّدنا امام حسن، سیّدنا امام حسین اور سیّدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعوت کی۔ جب ضیافت سے

فارغ ہوئے تو سیّدنا امام حسن علیہ السلام نے بطور عطاء اس عورت کو ایک ہزار بھیڑیں عنایت فرمائی۔ اور امام حسین علیہ السلام نے بھی اتنی ہی تعداد میں عطا فرمایا جبکہ سیّدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بھیڑیں عطا فرمائی۔

سیّدنا امام حسن علیہ السلام کو حضرت معاویہ سے خلافت کے معاملے میں صلح کر لینے کے بعد معاہدہ کے مطابق سالانہ ایک لاکھ درہم ملتے تھے اور حضرت معاویہ ہر سال یہ رقم آپ کو بھیجتے......ایک سال کسی وجہ سے حضرت معاویہ نے رقم نہ بھیجی......جس وجہ سے سیّدنا امام حسن علیہ السلام کو بظاہر تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ نے قلم دوات منگوایا تا کہ حضرت معاویہ کو حقیقت احوال سے باخبر کریں لیکن پھر ارادہ ترک فرما دیا اور پھر اگلی رات اپنے نانا جان سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: بیٹا حسن کیسے ہو......؟ آپ نے عرض کیا: نانا جی میں خیریت سے ہوں اور پھر حضرت معاویہ کے رویے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی......

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لختِ جگر! کیا آپ نے اپنی طرح کی مخلوق کو حقیقت حال لکھنے کے لئے قلم دوات طلب فرمایا تھا......؟ تا کہ آپ اسے وعدہ یاد دلا سکیں......؟ سیّدنا امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا: جی ہاں نانا جان! ایسے ہی ہے یارسول اللہ! آپ فرمائیں میں کیا کروں......؟ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹا جی! یہ دعا پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَاكَ وَاقْطَعْ رِجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ ۔ اَللّٰھُمَّ مَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِهٖ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں ابھی ایک ہفتہ بھی یہ دعا پڑھتے نہ گزرا تھا کہ

حضرت معاویہ نے مجھے 15 لاکھ درہم بھیجے۔ اور میں نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کیا: اے مالک تمام خوبیاں تمہیں ہی زیبا ہیں جو یاد کرنے والے کسی فرد کو کبھی فراموش نہیں فرماتا اور جو بھی کوئی اس سے مانگتا ہے وہ کسی کو مایوس نہیں فرماتا۔

امام حسن علیہ السلام بیان کرتے ہیں اس کے بعد پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور پوچھا: بیٹا حسن! کیسے ہیں آپ؟ نے عرض کیا: نانا جی سیّدی یارسول اللہ! خیریت سے ہوں...... اور پھر اپنی تمام تر سابقہ سرگزشت عرض کی...... سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹا جی! جو شخص مخلوق سے امیدیں توڑ کر خالق سے وابستہ کر لیتا ہے وہ ذات اسے یونہی نوازتی ہے۔ (سبحان اللہ)

سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے حالات وواقعات

آپ علیہ السلام کا اسم گرامی ''حسین'' ہے کنیت ''ابوعبداللہ'' اور لقب ''ذکی'' ہے۔ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اس بیٹے کا نام ''حسین'' ہے جبکہ آپ کے والد ماجد نے آپ کا پہلا نام حرب رکھا تھا۔ روایات کے مطابق آپ کا یہ نام ''حسین'' ولادت کے ساتویں روز رکھا گیا۔ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گود مبارک میں لیا' داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور پھر گھٹی دی (تحنیک فرمائی) گھٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کو خود چبایا اور پھر تھوڑی سی آپ علیہ السلام کے تالو میں لگائی۔ اس کے بعد آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک آپ کے دہن اقدس میں داخل فرمایا۔ اور لب ہائے قدسیہ کے بوسے لیے۔ پھر ان کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ جب ولادت باسعادت کو چھ دن گزر گئے تو ساتویں روز آپ علیہ السلام کا عقیقہ کیا گیا جس میں دو نر مینڈھے ذبح ہوئے اور پھر آپ کے سر مبارک سے بالوں کو اتار کر ان کے ہم وزن چاندی صدقہ فرمایا اور ختنہ کی رسم ادا فرمائی۔

ظاہری طور پر سیّدنا امام حسین علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے جیسا کہ سابقہ ابواب میں بیان ہوا ہے۔ اگرچہ کچھ اور حضرات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قدرے ظاہری مماثلت ومشابہت رکھتے تھے جن کی تفصیل اور تعداد سیرت شامیہ اور دیگر کتب میں موجود ہے۔

(نوٹ: بعض روایات کے مطابق حسنین کریمین دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن ظاہری کا عکس و پرتو تھے۔ ایک بھائی سرانور سے ناف تک اور دوسرا ناف مبارک سے قدمین پاک تک۔۱۲ اور جتنی مشابہت سیّدنا امام حسین علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی اتنی کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔)

سیّدنا امام حسین علیہ السلام کو اپنی حیات پاک میں 6 سال اور پانچ ماہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت وشفقت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ اور بلا اختلاف علماء حسنین کریمین دونوں اصحاب رسول میں شمار ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدنا امام حسین علیہ السلام سے بہت محبت فرماتے اور آپ کے بعد خلفاء ثلاثہ سیّدنا ابوبکر صدیق، سیّدنا عمر فاروق اور سیّدنا عثمان غنی رضوان اللہ علیہم امام حسین علیہ السلام کی بہت تعظیم وتوقیر فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کے ساتھ جنگ جمل اور صفین ودیگر مہمات میں بھرپور شمولیت کی۔

بلاشبہ آپ علیہ السلام کا شمار انتہائی زیادہ عبادت کرنے والے لوگوں میں ہوتا ہے (گویا آپ زینت العابدین تھے) آپ کی عبادت وبندگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے 25 حج پا بہ پیدل ادا فرمائے حالانکہ اس وقت آپ کے پاس سواریاں موجود تھیں۔

آپ علیہ السلام بھی اپنے بھائی سیّدنا امام حسن کی طرح بہت زیادہ سخاوت فرماتے۔ اور لوگوں سے بڑے حلم ونرمی سے پیش آتے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک دن حسنین کریمین علیہما السلام صحرا کی جانب گئے تو وہاں دیکھا کہ ایک عمر رسیدہ شخص وضو کر

رہا ہے لیکن اسے صحیح وضو کرنے کا طریقہ معلوم نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر دونوں بھائیوں کے باہم مشورہ کیا کہ یہ بزرگ شخص درست طریقہ سے واقف نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اسے کچھ کہیں تو یہ کبیدہ خاطر ہو جائے......

چنانچہ صلاح ومشورہ کے بعد دونوں بھائیوں نے طے کیا کہ اس عمر رسیدہ شخص کے پاس چلتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں۔ بابا جی! ہم دونوں بھائی وضو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ بزرگ ہیں ہمیں وضو کا صحیح طریقہ سکھا دیں اور یوں دونوں شہزادے اس بزرگ کے سامنے بیٹھ کر وضو کرنے لگے......اور اس سے کہا: آپ غور سے دیکھنا کہ ہمارا وضو ٹھیک ہے یا نہیں......اور بالآخر جب وضو سے فارغ ہوئے تو عمر رسیدہ بزرگ نے کہا: شہزادو! تم دونوں نے وضو ٹھیک کیا ہے البتہ میرا طریقہ درست نہیں تھا اور اب میں نے آپ دونوں کے عمل سے صحیح طریقہ سیکھ لیا ہے۔

آپ علیہ السلام کے فضائل ومناقب بھی لاتعداد ہیں لیکن اختصار کی خاطر اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم۔

سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے شان و فضیلت میں مروی احادیث نبویہ

حدیث نمبر 1: سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے فاطمہ! کیا آپ اس بات پر خوش نہیں ہیں کہ آپ تمام مومن عورتوں کی سردار ہیں۔ جبکہ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ سارے جہاں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور حضرت ابوعمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! آپ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حدیث نمبر 2: اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: بے شک فاطمہ تمام جنتی عورتوں سے افضل ہے۔ (بخاری، مسند امام احمد)

نوٹ: اس حدیث کی وضاحت میں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بے شک سابقہ احادیث کی بہ نسبت یہ حدیث مبارکہ سیّدہ کائنات کی شان و عظمت کو زیادہ بیان کرتی ہے کیونکہ سردار ہونے کی بہ نسبت افضل ہونا زیادہ فائدہ مند ہے۔

(شرح مواہب لدنیہ)

حدیث نمبر 3: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کو ہر طرح کی کمی کجی سے پاک رکھا ہے اور ان کو اور ان کی اولاد پاک کو جہنم کی آگ سے محفوظ و مامون فرمایا ہے۔

(مستدرک، امام حاکم، حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، مسند بزار، طبرانی)

حدیث نمبر 4: سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شان وعظمت بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری صاحبزادی کو خواتین کی مخصوص آلائش سے محفوظ رکھا ہے اور اس کا نام فاطمہ اس لیے رکھا ہے کہ ان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی ذریت اور ان سے محبت رکھنے والوں کو جہنم کی آگ سے آزادی عطا فرمادی ہے۔

حدیث نمبر 5: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ سلام اللہ علیہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

(بخاری۔ مسند امام ابو یعلیٰ، مستدرک امام حاکم، صحیح ابن حبان)

حدیث نمبر 6: حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ہشام کے کچھ لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ وہ ابو جہل بن ہشام کی بیٹی (حضرت جویریہ جو اسلام لے آئیں تھیں اور شرف صحابیت حاصل کر لیا تھا) کا نکاح سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے کر دیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: ہشام کی آل اولاد یہ چاہتی ہے کہ میری صاحبزادی فاطمہ سلام اللہ علیہا پر بطور سوتن اپنی بیٹی کا نکاح علی المرتضیٰ سے کر دیں۔ لیکن میں اس کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا کیونکہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اور جو بات اسے تکلیف دے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے اور جو بات میرے لیے ایذاء کا باعث ہو وہ ان کے لئے بھی تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر 7: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں۔ جو بات انہیں تکلیف دے وہ میرے لیے بھی ایذاء کا باعث ہے اور جو بات مجھے غصہ دلائے وہ انہیں بھی غصہ دلائے گی۔ (مسند امام احمد۔ جامع ترمذی۔ مستدرک امام حاکم)

حدیث نمبر 8: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا علی المرتضٰی کو مخاطب کر کے فرمایا: اے علی! بے شک فاطمہ مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہے اور آپ مجھے فاطمہ سے زیادہ عزیز ہیں۔ (معجم اوسط۔طبرانی)

حدیث نمبر 9: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عرش الٰہی کے نیچے سے مجمع عرصات میں سے ایک اعلان کرنے والا بلند آواز سے پکارے گا: اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو اور آنکھیں بند کر لو تاکہ سیّدہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوران بہشت کے جھرمٹ میں پل صراط سے گزر کر جنت میں تشریف لے جائیں۔

(کتاب الغیلانیات، امام ابوبکر غیلانی)

حدیث نمبر 10: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے فاطمہ! بے شک حضرت جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ مومن عورتوں میں سے کوئی عورت بھی اولاد کے شرف سے آپ سے زیادہ سعادت مند نہیں۔ اس لیے آپ کو چاہئے کہ آپ مومن عورتوں میں صبر کے لحاظ سے بھی سب پر مقدم ہوں۔

حدیث نمبر 11: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے تو بیان فرماتی ہیں: بخدا میں سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر کسی کو بھی چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں دیکھا۔ بے شک ان کی رفتار و گفتار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار و تکلم سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ جب بھی سیّدہ فاطمہ تشریف لاتیں تو آقا کریم کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے اور سر اقدس کا بوسہ لیتے۔ پھر اپنی چادر بچھاتے اور انہیں اپنی دائیں طرف اس چادر پر بٹھاتے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ کے کاشانہ اقدس پر تشریف لے جاتے تو وہ بھی بالکل اسی انداز سے استقبال و دیگر معاملات بجالاتیں۔ (سنن ابوداؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی)

حدیث نمبر 12: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرے جملہ اہل بیت اطہار میں سے سیّدہ فاطمہ مجھے بہت سے زیادہ محبوب ہیں۔ (ترمذی، مستدرک امام حاکم)

حدیث نمبر 13: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ میری تمام بیٹیوں میں سب سے افضل ہیں کیونکہ انہیں میری وجہ سے صدمہ پہنچا ہے۔ (مسند بزار)

اس حدیث کی وضاحت محدثین نے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا صدمہ امت کے لئے سب سے بڑا صدمہ تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک میں صرف سیّدہ کائنات ہی بقید حیات تھیں باقی اولاد پاک پہلے وصال کر چکی تھی لہٰذا وصال نبوی کا صدمہ اولاد میں سے صرف سیّدہ ؓ ہی برداشت کیا۔

حدیث نمبر 14: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب بھی کسی سفر کے لئے جاتے تو سب سے آخر میں سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر جاتے اور وہاں سے سفر پر رخصت ہوتے، اور جب واپس آتے تو مسجد نبوی میں دو رکعت نماز نوافل ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے سیّدہ فاطمہ کے گھر تشریف لے جاتے اور اس کے بعد ازواجِ مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے۔ (مسند امام احمد)

حدیث نمبر 15: سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے فاطمہ! بے شک آپ کی ناراضگی پر اللہ بھی ناراض ہوتا اور آپ کی رضامندی پر اللہ بھی رضامند ہوتا ہے۔ (معجم کبیر، امام طبرانی)

حدیث نمبر 16: سیّدنا علی المرتضیٰ کرم وجہہ الکریم ہی مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا شخص میں ہوں گا، پھر آپ اور سیّدہ فاطمہ اور حسنین کریمین علیہم السلام ہوں گے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے چاہنے والے کب داخل ہوں گے......؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ آپ کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔

(طبقات ابن سعد)

نوٹ: اس حدیث کے حوالے سے محدثین وعلماء نے دوطرح سے گفتگو کی ہے۔ ایک یہ کہ سیّدنا ابوصدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے پہلے جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ابوبکر صدیق ہوں گے۔ اور بالکل ایسے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بھی روایت آئی کہ جنت میں جو شخص سب سے پہلے داخل ہوگا وہ سیّدنا عمر ہوں گے......

تطبیق:

ان تینوں احادیث کی جمع وتطبیق کی صورت یہ ہے کہ جہاں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کی بشارت ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ نسبت اولیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے اور ان کے بعد بقیہ امت میں سے سب سے پہلے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ داخل ہوں گے۔

دوسری بات یہ کہ یہاں محبان اہل بیت اطہار سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل بیت اطہار کے ساتھ ساتھ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی محبت رکھتے ہیں۔ جیسے سواداعظم اہل سنت وجماعت۔ نہ کہ وہ لوگ جو اہل بیت سے تو محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض وعداوت رکھتے ہیں اور ان گمراہ لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کو علامات بھی بتائیں تھیں اور ان سے قتال کا حکم بھی دیا تھا۔ سیّدنا علی نے جب ان کی علامت دریافت

کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! ان کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ آپ کی تعریف میں ایسی ایسی ہانکیں گے جو باتیں آپ میں پائی نہیں جاتی ہوں گی اور آپ کی محبت میں غلو وافراط کا شکار ہوں گے اور دیگر سلف صالحین کو گالی گلوچ کریں گے اور ایک روایت میں صراحۃً آیا ہے کہ وہ سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کو گالی دیں گے۔ (العیاذ باللہ) (سنن دار قطنی)

حسنین کریمین علیہما السلام کی شان وفضیلت میں آنے والی احادیث

حدیث نمبر 1: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے دیکھا سیّدنا امام حسن بن علی علیہما السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا ہے اور ساتھ ساتھ یوں فرما رہے ہیں: اے اللہ رب العزت! بے شک میں حسن کو محبوب رکھتا ہوں پس تو بھی اس کو اپنا محبوب رکھ۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر 2: حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر مبارک پر قیام فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو مبارک میں سیّدنا امام حسن تشریف فرما تھے۔ آقا کریم ایک بار حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور ایک سیّدنا امام حسن علیہ السلام کی طرف التفات فرماتے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور یقیناً اللہ رب العالمین اس کی بدولت مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (بخاری)

وضاحت: اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس غیبی خبر سے امت کو مطلع فرمایا تھا اس کا ظہور تقریباً 40 سال بعد اس وقت ہوا جب سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے حضرت معاویہ نے ایک بار پھر امر خلافت میں سیّدنا امام حسن علیہ السلام سے تنازع کھڑا کیا اور نوبت جنگ تک جا پہنچی۔ جب امام حسن علیہ السلام نے دیکھا کہ جنگ کی صورت میں عام مسلمانوں کا خون بہے گا تو آپ نے اپنے نانا کی امت کی خیر خواہی کرتے ہوئے اس عارضی و دنیاوی خلافت (حکومت) سے

دستبرداری اختیار کرلی۔ اورواقعہ ماہ ربیع الاول کی 25 تاریخ کو 41 ہجری میں پیش آیا۔ (مزید وضاحت کتب سیرت میں موجود ہے)

حدیث نمبر 3: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین علیہما السلام کے بارے میں فرمایا: بے شک یہ دونوں شہزادے دنیا میں میرے لئے ریحان یعنی خوشبو ہیں۔ (بخاری)

حدیث نمبر 4: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حسن وحسین دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع ترمذی، مستدرک امام حاکم)

نوٹ: یہ حدیث مبارکہ دیگر صحابہ کرام سے بھی متعدد اسانید وطرق سے مروی ہے۔ اس لیے محدثین نے اس حدیث کو متواتر احادیث میں شمار کیا ہے اور حسنین کریمین کے قطعی اور یقینی جنتی ہونے کا حکم کیا ہے۔

حدیث نمبر 5: سیّدنا علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ و دیگر کئی صحابہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین کے بارے میں فرمایا: بے شک یہ دونوں شہزادے جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اوران کے والد ماجد یعنی سیّدنا علی المرتضیٰ ان سے افضل وبرتر ہیں۔

(تاریخ دمشق۔ ابن عساکر۔ مستدرک امام حاکم۔ وطبرانی)

حدیث نمبر 6: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: حذیفہ! آج رات میرے پاس ایک ایسا فرشتہ حاضر ہوا تھا جو اس سے قبل کبھی بھی زمین پر نہیں آیا، اس فرشتے نے اللہ رب العزت سے میری زیارت کے لئے آنے کی خصوصی اجازت لی تاکہ وہ مجھے (براہ راست) سلام پیش کرسکے۔ جب اللہ رب العالمین نے اسے اجازت عنایت فرمادی تو وہ میرے پاس حاضر ہوا، میری زیارت سے مشرف ہوا اور پھر سلام وآداب بجالایا۔ اس کے بعد اس

نے مجھے یہ خوشخبری سنائی۔ یارسول اللہ! بے شک (آپ کے شہزادے) حسن و حسین علیہما السلام دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کی والدہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا تمام جنتی خواتین کی سردار ہیں۔ (جامع ترمذی، مسند امام احمد)

حدیث نمبر 7: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ حسنین کریمین علیہما السلام دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرمار ہے ہیں: بے شک یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری صاحبزادی کے شہزادے ہیں۔ اے مالک! اے اللہ! بے شک میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما اور ہر اس شخص سے فرما جو ان سے محبت کا دم بھرتا ہو۔ (جامع ترمذی)

حدیث نمبر 8: خادم رسول سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کو آپ کے اہل بیت اطہار میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے......؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن و حسین علیہما السلام۔ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم اکثر سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمائش کیا کرتے کہ میرے دونوں شہزادوں کو میرے پاس لایئے اور جب وہ آپ علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے تو آپ ان دونوں کو سونگھتے، بوسے لیتے، ان کے بدن کو اپنے جسد اطہر سے لگاتے اور ساتھ چمٹالیا کرتے۔ (ترمذی)

حدیث نمبر 9: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے تھے اور آپ علیہ السلام نے سیّدنا امام حسن کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ راستے میں کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح دیکھ کر سیّدنا امام حسن سے کہا: شہزادے! تمہاری سواری کتنی اعلیٰ ہے جس پر تم سوار ہو کر جا رہے ہو...... یہ سن کر آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بھئی! سوار بھی تو بہت اعلیٰ ہے۔ (مستدرک امام حاکم)

جبکہ ایک اور روایت میں بیان ہوا ہے کہ راستے میں جس شخص سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور اس نے تحسین آمیز کلمات عرض کیے تھے وہ کوئی اور نہیں بلکہ یارِ غار و مزار سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے...... ایک اور روایت یہ بھی ملتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں شہزادوں یعنی امام حسن و حسین کو اپنے دونوں مبارک کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا ایک دائیں طرف اور دوسرے بائیں طرف سے۔ جب سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو بے ساختہ کہا: واہ شہزادو! آپ کی سواری کتنی اعلیٰ ہے...... اس پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! یہ دونوں سوار بھی تو بہت اعلیٰ ہیں۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر 10: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اہل بیت اطہار میں سے حسنین کریمین علیہما السلام سب سے زیادہ محبوب تھے' اور میں اپنی ان آنکھوں سے ملاحظہ کرتا کہ بعض اوقات دونوں شہزادے جب آتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور حالت سجدہ میں ہوتے اور دونوں شہزادے (اپنے نانا جان کی) گردن یا پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور آقا کریم علیہم السلام ان کو نیچے اتارنے کی بجائے سجدہ طویل کر دیتے یہاں تک کہ وہ خود اتر جاتے۔ (طبقات ابن سعد)

جبکہ امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیۃ الاولیاء میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی روایت نقل کی ہے۔ ایک اور روایت میں یہ اضافی کلمات بھی منقول ہیں کہ ایسی صورتحال میں سیّدنا جبرائیل علیہ السلام آسمان سے تشریف لے آتے اور اپنے نورانی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراقدس پر سایہ فگن کر دیتے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ سے سر مبارک نہ اٹھائیں۔ یہ ہے حسنین کریمین کی شان وعظمت۔

حدیث نمبر 11: حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ کرام سے منقول ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام علیہم

الرضوان بیان کرتے ہیں کہ ایک بار، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر خدمت تھے کہ اتنے میں سیّدنا امام حسین علیہ السلام وہاں تشریف لے آئے (انتہائی بچپن کے عالم میں) اور وہ آ کر کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پست مبارک پر سوار ہو جاتے اور کبھی گودی میں جلوہ افروز ہو جاتے...... یوں ہی کھیلتے کھیلتے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کپڑوں پر پیشاب کر دیا...... صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں فوراً اٹھانا چاہا...... اور کہا: شہزادے! یہ آپ نے کیا کیا......؟ جبکہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہیں یوں ہی رہنے دیں...... پھر پانی منگوایا کپڑوں پر ڈالا اور ہم نے کپڑوں کو دھو دیا۔ (تفسیر بغوی۔ امام ابوالقاسم بغوی)

حدیث نمبر 12: خادم رسول سیّدنا انس اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار میں سے سیّدنا امام حسن علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ جبکہ ایک اور روایت میں بیان ہوا ہے کہ سیّدنا امام حسین علیہ السلام نبی کریم سے زیادہ مشابہت کے حامل تھے۔

تطبیق:

ان دونوں باہم متعارف روایات کی تطبیق ایک اور تیسری روایت سے ہوتی ہے جسے امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیّدنا علی المرتضیٰ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا امام حسن علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدن کے نصف اعلیٰ حصے میں زیادہ مشابہت رکھتے تھے (یعنی وہ اعضاء جو ناف سے اوپر والے حصے میں مثلاً سر، چہرہ، ناک، سینہ، بازو وغیرہ) اور سیّدنا امام حسین نچلے نصف حصے میں رسول اللہ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ یعنی پنڈلی، قدم مبارک وغیرہ

حدیث نمبر 13: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدنا امام حسن بن علی المرتضٰی علیہما السلام (سے لاڈ کرتے ہوئے ان) کے لئے اپنی زبان کو دہن مبارک سے باہر نکالتے اور جب امام حسن علیہ السلام زبان کی سرخی کو دیکھتے تو اس کی جانب مائل ہوتے۔ (طبقات ابن سعد)

حدیث نمبر 14: حضرت زہیر بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک بار سیّدنا امام حسن علیہ السلام منبر پر قیام فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک صحابی اٹھے اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: لوگو! بے شک میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن علیہ السلام کو اپنی آغوش مبارک میں لیے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے: لوگو! تم میں سے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ اس شہزادے سے بھی محبت رکھے اور ہاں جو لوگ اس محفل میں اس وقت موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچائے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس کے بعد وہ صحابی رسول پھر بولے: لوگو! قسم بخدا! اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسن علیہ السلام کی اس درجہ عزت وتکریم کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز کسی سے یوں ذکر نہ کرتا۔

(مستدرک امام حاکم)

حدیث نمبر 15: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا امام حسن علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اے اللہ رب العزت! بے شک میں انہیں محبوب رکھتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما اور ہر اس شخص سے محبت فرما جو انہیں اپنا محبوب رکھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جب سے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے تب سے میرا معمول یہ ہے کہ میں سیّدنا امام حسن علیہ السلام سے بڑھ کر کسی سے محبت نہیں رکھتا۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر 16: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باہر

آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو قینقاع کے بازار میں گئے یہ بازار ان یہودیوں کا تھا جو مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی دولت کدے پر گئے اور دریافت فرمایا: شہزادہ (یعنی سیّدنا امام حسن علیہ السلام) کہاں ہے......؟ کسی نے بتایا کہ سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا انہیں نہلا رہی ہیں...... اور پھر جب وہ نہلا کر فارغ ہوئیں تو شہزادے کو قرنفل کا گلوبند پہنایا...... ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ سیّدنا امام حسن علیہ السلام بھاگتے ہوئے آئے اور نانا جان سے لپٹ گئے۔ وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میں ان سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی اسے اپنا محبوب رکھ، اور ہر اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت کرتا ہو۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر 17: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی میں سیّدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ علیہما السلام کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں۔ (وجہ یہ ہے کہ) ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں حاضر تھا کہ آپ نے مجھے حکم دیا: جاؤ میرے بیٹے حسن کو میرے پاس لے آؤ...... جب میں نے انہیں بلایا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش مبارک میں داخل ہو گئے۔ آقا کریم ان کے لب ہائے مبارک کو اپنے قدسی لبوں سے لگاتے جاتے اور فرماتے جاتے۔ میرے اللہ! میں اس شہزادے کو محبوب رکھتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما اور ہر اس شخص سے محبت فرما جو ان سے محبت کرتا ہو، نبی کریم نے تین بار یہ کلمات دہرائے۔

حدیث نمبر 18: سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ ان دونوں شہزادوں (یعنی حسنین کریمین) سے بھی محبت کرے اور جو شخص ان دونوں کے والدین کریمین (سیّدنا علی المرتضیٰ اور سیّدہ کائنات) سے محبت رکھے تھا، قیامت کے روز وہ

میرے ساتھ ہوگا۔ (مسند امام احمد۔ جامع ترمذی)

حدیث نمبر 19: سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام علیہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوصال میں جب آخری بار میں حسنین کریمین علیہما السلام کو لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ابا جان! یہ حسن و حسین دونوں میرے شہزادے حاضر خدمت ہیں۔ آقا جی! ان دونوں کو اپنے خصائل میں سے کسی چیز کا وارث بنا دیں...... یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹا جی! میں نے اپنی ہیبت و سیادت کا وارث حسن کو بنایا ہے اور شجاعت و سخاوت کا امین حسین کو ٹھہرایا ہے۔

(طبرانی)

حدیث نمبر 20: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں شہزادے حسن و حسین علیہما السلام میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے صاحبزادے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ان لوگوں کو بھی محبوب رکھ جو ان سے محبت کرتے ہو۔

(جامع ترمذی۔ طبرانی)

حدیث نمبر 21: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین علیہما السلام کے حوالے سے فرمایا: بے شک یہ دونوں مجھ سے ہیں۔ (سنن ابوداؤد)

حدیث نمبر 22: حضرت مقدام رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حسن علیہ السلام مجھ سے ہے اور حسین علیہ السلام سیّدنا علی المرتضیٰ سے ہے۔ (تاریخ دمشق، ابن عساکر)

حدیث نمبر 23: حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت رکھتا ہے جو حسین علیہ السلام سے محبت رکھتا ہے۔ بے شک حسن و

حسین علیہما السلام اسباط میں سے دو سبط ہیں۔ (جامع ترمذی۔ سنن ابن ماجہ)

حدیث نمبر 24: خادم رسول سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرے اہل بیت اطہار میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب سیّدنا حسن وسیّدنا حسین علیہما السلام ہی ہیں۔ (جامع ترمذی)

حدیث نمبر 25: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے بھی سیّدنا حسن وسیّدنا حسین سے محبت رکھی۔ یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان دونوں سے بغض وعداوت رکھی اس نے یقیناً مجھ سے عداوت رکھی۔ (مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، مستدرک امام حاکم)

حدیث نمبر 26- حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ سیّدنا حسن علیہ السلام کو دیکھ لے۔ (مسند ابویعلیٰ)

نوٹ: علامہ اب حبان اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی کلمات سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔

اہل بیت اطہار یعنی سیّدنا علی المرتضیٰ، سیّدہ کائنات، سیّدنا امام حسن اور سیّدنا امام حسین علیہم السلام کے فضائل ومناقت میں اور بھی لاتعداد احادیث منقول ہیں لیکن اختصار کی خاطر میں انہی کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم

باب پنجم

سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا، سیّدنا امام حسن علیہ السلام اور سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی تاریخ ولادت و وصال اور ان کی عمر ہائے مبارکہ کا مختصر بیان نیز ان ذوات قدسہ کی قبور مبارکہ کے مقامات اور اولاد پاک کا بیان۔

1-سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر خیر

ولادت باسعادت

معتبر ترین اور صحیح ترین قول کے مطابق سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت 13 رجب المرجب بروز جمعۃ المبارک کو ہوئی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ 30 سال تھی، اور جب آقا کریم علیہ السلام کی عمر مبارک 41 سال ہوئی تو سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسلام قبول کرلیا، یعنی اپنی عمر کے دسویں یا گیارہویں سال آپ دولت قبولیت اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور یہی قول اصح ترین ہے جیسا کہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں بیان کیا ہے۔

شہادت

جبکہ سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کی شہادت 40 ہجری کو ماہ رمضان المبارک میں ہوئی، آپ کو ظلماً شہید کیا گیا۔ آپ کی تاریخ شہادت میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ آیا 17 رمضان، 19 رمضان، 21 رمضان یا پھر 24 رمضان المبارک کو ہوئی۔ عمومی طور پر اس حوالہ سے یہی چار اقوال ملتے ہیں۔ اور ان میں سے راجح ترین قول یہ ہے کہ آپ کی شہادت 19 رمضان کو ہوئی تھی۔ جیسا کہ البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر نے علامہ واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ 19 تاریخ والا قول میرے نزدیک معتبر ترین اور محکم و اثبت ہے۔

سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کے واقعہ شہادت کی تفصیلات تاریخ وسیرت کی کتب میں پوری تفصیل سے موجود ہے البتہ ہم یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی پر اکتفاء کرتے

ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ مشہور ترین قول کے مطابق سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کی ظاہری حیات مبارکہ 63 سال تھی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ 10 سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہارِ نبوت سے قبل پھر اظہارِ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں 13 سال، پھر مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت ورفاقت میں 10 سال۔ اور 25 سال خلفاء ثلاثہ کے ساتھ۔ اور معتمد علیہ قول کے مطابق آپ کا زمانہ خلافت 4 سال 9 ماہ بنتا ہے۔

رہی بات کہ سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی قبر مبارک کہاں واقع ہے۔ اس حوالے سے عام طور پر یہ پانچ اقوال ملتے ہیں:

نمبر 1- دار الخلافہ کوفہ میں، یہاں آپ دوران خلافت قیام پذیر رہے۔

نمبر 2- جامع مسجد کوفہ کی پچھلی جانب بالکل پشت پر۔

نمبر 3- نجف اشرف میں (یعنی کوفہ اور حیرہ کے درمیان مشہور بستی نجف میں)

نمبر 4- مدینہ منورہ میں جنت البقیع شریف میں اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گنبد مبارک میں آپ کی قبر ہے کیونکہ کوفہ میں تدفین کے بعد آپ کے صاحبزادے امام حسن علیہ السلام نے جسد اطہر کو مدینہ منورہ منتقل کر دیا تھا۔

نمبر 5- یہ بھی منقول ہے کہ آپ علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے سیّدنا امام حسن علیہ السلام آپ کے جسد اطہر کو کوفہ سے تدفین کے بعد نکال کر لے گئے اور مدینہ منورہ میں جنت البقیع شریف میں تدفین کے لئے لے کے جا رہے تھے کہ راستے میں اونٹ غائب ہو گیا، اور پھر معلوم نہ ہو سکا کہ اونٹ کہاں اور کدھر گیا۔ اس لئے ایران کے بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سیّدنا علی المرتضٰی شیر خدا کا مزار مبارک ابرہ میں واقع ہے۔

بہر حال ان پانچ اقوال میں سے معتبر ترین قول تیسرا قول ہے یعنی سیّدنا علی المرتضٰی کی قبر مبارک نجف اشرف میں ہے۔ واللہ اعلم

اولادِ پاک

سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد پاک کی کل تعداد 44 ہے جس میں سے 21 صاحبزادے اور 23 صاحبزادیاں ہیں۔ البتہ 16 بیٹوں کا ذکر زیادہ مشہور ہے۔ جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

نمبر 1- بیٹوں میں سے اور تمام اولاد میں سے سب سے بڑے صاحبزادے سیّدنا امام حسن علیہ السلام ہیں۔ 2- سیّدنا امام حسین علیہ السلام جو کہ امام حسن سے چھوٹے ہیں۔ 3- سیّدنا محسن، جن کی کم عمری میں ہی وفات ہوگئی تھی۔ یہ تینوں شہزادے سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا فرماتے ہیں: جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام ''حرب'' رکھا، لیکن جب آقا کریم فداہ روحی تشریف لائے اور فرمایا: میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ''حرب'' نام رکھا ہے۔ یہ سن کر آقا جی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں یہ ''حسن'' ہے۔ ان کو حسن کہو۔ ایسے ہی جب امام ''حسین'' کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام بھی ''حرب'' رکھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے تو پوچھا: میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے......؟ میں نے عرض کیا: آقا جی! میں نے ''حرب'' نام رکھا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ ''حسین'' ہے اور پھر جب سیّدنا محسن پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور نام کے بارے میں استفسار فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ان کا نام بھی ''حرب'' ہی رکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ یہ محسن ہے۔ اور پھر فرمایا: میں نے اپنے ان تینوں شہزادوں کے نام حسن، حسین اور محسن رکھے ہیں جیسے سیّدنا ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہزادوں کے نام شبر، شبیر اور مبشر تھے۔ (زرقانی)

4- چوتھے بیٹے محمد الاکبر ہیں جو کہ محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ کے نام سے شہرت

یافتہ ہیں اوران کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ''خولہ بنت قیس بن جعفر رضی اللہ عنہا'' تھا۔ جن کا تعلق بنوحنفیہ قبیلے سے تھا۔ اس لئے ان کے صاحبزادے کا محمد بن حنفیہ نام زیادہ مشہور ہوگیا حالانکہ وہ محمد بن علی بن ابی طالب ہیں۔ بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ''خولہ'' کا تعلق سندھ سے تھا کیونکہ وہ سندھ سے قید ہوکر آئی تھیں۔ 5- پانچویں صاحبزادے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ 6- چھٹے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اوران دونوں شہزادوں کی والدہ لیلیٰ بنت معوذ نہشلی تھیں۔ 7- ساتویں بیٹے کا نام عباس اکبر رضی اللہ عنہ ہے۔ 8- آٹھویں عثمان رضی اللہ عنہ۔ 9- نویں جعفر رضی اللہ عنہ، 10- دسویں عبداللہ الاکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان چار شہزادوں کی والدہ اُمّ البنین بنت حرام رضی اللہ عنہا تھیں۔ 11- گیارہویں صاحبزادے محمد الاصغر رضی اللہ عنہ تھے جن کی والدہ اُمّ ولد تھی اور یہ 6 شہزادے یعنی ابوبکر، عباس، عثمان، جعفر، عبداللہ الاصغر اور محمد الاصغر رضی اللہ عنہم میدان کربلا میں سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے اور وہیں شہید ہوئے۔

12- بارہویں بیٹے حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ اور 13- تیرہویں حضرت عون رضی اللہ عنہ ہیں ان دونوں صاحبزادوں کی والدہ مشہور صحابیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں۔ 14- چودھویں شہزادے عمر الاکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کی والدہ اُمّ حبیب بنت زمعہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کا تعلق مشہور قبیلہ تغلب سے تھا۔ 15- پندرہویں صاحبزادے محمد الاوسط رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا تھیں جو سیّدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔ سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا کا تفصیلی ذکر آگے سیّدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرہ کے ضمن میں آئے گا۔ 16- سولہویں شہزادے حضرت عباس الاصغر رضی اللہ عنہ۔ جبکہ باقی 5 صاحبزادوں کے اسماء گرامی معلوم نہیں ہوسکے۔

نوٹ:- سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسل پاک صرف پانچ

صاجبزادوں سے آگے چلی اور باقی رہی: 1-سیّدنا امام حسن، 2-سیّدنا امام حسین، 3-سیّدنا محمد بن حنفیہ، 4-سیّدنا عمر الاکبر، 5-سیّدنا عباس الاکبر رضی اللہ عنہم اجمعین ان شہزادوں کی اولاد پاک کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن میں اختصار کی خاطر اسی ذکر خیر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم

صاجبزادیاں

سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی صاجبزادیاں حسب ذیل ہیں:

1-سیّدہ اُمّ کلثوم الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ 2-سیّدہ زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ ان دونوں شہزادیوں کی والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔ سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کا عقد مبارک سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھتیجے سیّدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ اور ان کے 4 صاجبزادے اور ایک صاجبزادی تھی۔ جن کے نام یہ ہیں: 1-علی، 2-عباس، 3-عون، 4-محمد اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

سیّدہ زینب بنت علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہا کی کافی اولاد و نسل آگے چلی......اور آپ کو یہ شرف و اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا واقعہ کربلاء کے وقت اپنے بھائی سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی معیت و رفاقت میں تھیں۔

3-سیّدہ رقیہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 4-سیّدہ اُمّ الحسن بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 5-سیّدہ رملہ الکبریٰ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 6-سیّدہ اُمّ ہانی بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 7-سیّدہ میمونہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 8-سیّدہ رملہ الصغریٰ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 9-سیّدہ زینب الصغریٰ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 10-سیّدہ اُمّ کلثوم الصغریٰ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 11-سیّدہ فاطمہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 12-سیّدہ امامہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 13-سیّدہ خدیجہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 14-سیّدہ اُمّ الکرام بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 15-

سیّدہ اُمّ الخیر بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 16-سیّدہ اُمّ سلمہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 17-سیّدہ اُمّ جعفر بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 18-سیّدہ جمانہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 19-سیّدہ نفیسہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما، 20-سیّدہ نقیہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔

نوٹ:-سیّدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے لے کر سیّدہ نقیہ رضی اللہ عنہا تک تمام صاحبزادیوں کی امہات اُمّ ولد تھیں۔ 21-سیّدہ جارثہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔ ان کی والدہ محیاۃ بنت امرئ القیس بن عدی رضی اللہ عنہا تھیں۔22-سیّدہ فاختہ بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔23-سیّدہ امۃ اللہ بنت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہما۔ یہ تمام تر ان معلومات کا خلاصہ ہے جو علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض النضرۃ میں، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ اور علامہ عامری رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض مستطاب میں نقل کی ہیں۔ تمام تر تفصیلات اور تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا سے جملہ اولاد پانچ نفوس قدسیہ پر مشتمل تھی۔ حسنین کریمین، سیّدنا محسن، سیّدہ زینب اور سیّدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہم اجمعین البتہ صاحب سیرت شامیہ نے محدث لیث بنت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سیّدنا علی المرتضیٰ کی سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا سے ایک اور شہزادی بھی تھیں جن کا نام سیّدہ رقیہ تھا۔ لیکن علامہ محمد بن حسین الحسنی المکی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الطالب میں اور خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے فصل الخطاب میں لکھا: رقیہ اور اُمّ کلثوم دراصل ایک ہی ہستی ہیں ان کا اصل نام رقیہ تھا اور کنیت اُمّ کلثوم تھی۔ واللہ اعلم

2-سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کا ذکر خیر

ولادت باسعادت

سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار نبوت

فرمانے سے 5 سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی اس وقت آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری عمر مبارک 35 سال تھی۔علامہ طبری اور عامری نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔بنا بر ایں سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کی عمر سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے 5 سال زیادہ بنتی ہے۔ البتہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں تقریباً 8 سال بڑی ہیں کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اظہار نبوت کے چوتھے سال مکہ میں ہوئی تھی۔علامہ زرقانی نے اس قول کی تائید کی ہے۔

وصال مبارک

سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا وصال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے 6 ماہ بعد ہوا۔اور وہ منگل کا دن تھا جبکہ تاریخ 3 رمضان المبارک سن 11 ہجری بنتی ہے۔اس لحاظ سے آپ سلام اللہ علیہا کی ظاہری حیات مبارکہ 28 سال اور 7 ماہ بنتی ہے۔البتہ مواہب لدنیہ میں آپ کی عمر مبارک 29 سال مذکور ہے۔اور یہ دونوں اقوال تقریباً قریب قریب ہی ہیں۔

معتبر ترین قول کے مطابق سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ صاحبزادیوں میں سے سب سے چھوٹی شہزادی تھیں۔جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں تصریح کی ہے۔البتہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنے فضل وشرف اور عظمت میں سب سے بلند اور عالی مرتبت تھیں۔اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔

سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر مبارک

سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر مبارک کہاں واقع ہے......؟ اس بارے میں ہمیں 3 اقوال ملتے ہیں:

نمبر 1- جنت البقیع میں سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مقبرے میں

ہے۔

نمبر 2- جنت البقیع میں ہی اس جگہ پر ہے جس کو مسجد سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کہتے ہیں اوراس کا ایک نام ''بیت الاحزان'' بھی ہے۔

نمبر 3- آپ کی قبر انور آپ سلام اللہ علیہا کے گھر میں ہی بنائی گئی اور وہ مکان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجرہ مبارک میں شامل ہوگیا جہاں لکڑی کے بنے ہوئے محراب کے اندر واقع ہے اور یہ محراب حجرہ مبارکہ کی پچھلی جانب بالکل پشت پر واقع ہے۔ علامہ عبدالنبی طرابلسی اور ابن جماعہ نے لکھا ہے کہ یہ تیسرا قول تمام دیگر اقوال کی بہ نسبت زیادہ اقرب اور صائب ہے۔ اور فتح القدیر میں علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی بات کی تصریح کی ہے۔ واللہ اعلم

3- سیّدنا امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر

ولادت باسعادت

سیّدنا امام حسن شہزادہ رسول علیہ السلام کی ولادت باسعادت 15 رمضان المبارک سن 3 ہجری میں ہوئی۔

وصال

جبکہ آپ علیہ السلام کا وصال اور شہادت زہر خورانی سے ہوئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ یزید لعین بن معاویہ بن ابی سفیان نے ایک سازش کے تحت امام حسن علیہ السلام کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو ایک لاکھ درہم دے کر اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ سیّدنا امام حسن علیہ السلام کو زہر دے گی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ ان کی وفات کے بعد میں تم سے نکاح کرلوں گا۔ چنانچہ وہ اس سازش میں پھنس گئی اور اس نے سیّدنا امام حسن علیہ السلام کو زہر دے دیا۔ زہر کی وجہ سے آپ 40 دن تک بیمار رہے اور بروز جمعۃ المبارک آپ کا وصال ہوگیا۔

آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد جعدہ نے یزید لعین کو پیغام بھیجا کہ اب تم اپنا وعدہ وفا کرو اور مجھ سے کیا گیا نکاح کا عہد پورا کرو۔ اس نے جواباً کہا: جب تو نے امام حسن علیہ السلام سے وفا نہیں کی تو میں کیسے مان جاؤں کہ تو میرے ساتھ وفا کرے گی (لہٰذا یزید نے اسے دھتکار دیا۔ اور وہ دنیا و آخرت میں خائب و خاسر رہی)

تاریخ وصال

سیّدنا امام حسن علیہ السلام کا وصال مبارک جمعہ کے روز ماہ ربیع الاول کو ہوا۔ یہ معتبر ترین قول ہے۔ البتہ ایک اور روایت کے مطابق آپ کا وصال عشرہ محرم میں ہوا۔ جبکہ ایک اور قول کے مطابق ماہ صفر المظفر کی 29 تاریخ کو ہوا۔ تاریخ وصال کی طرح سال وصال میں بھی اختلاف ہے۔ اس بارے میں بھی کئی اقوال ہیں مثلاً 49 ہجری، 50 ہجری یا 51 ہجری۔ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے کہ سیّدنا امام حسن علیہ السلام کا وصال 49 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوا اور یہی مشہور قول ہے۔

ظاہری عمر مبارک

مشہور و معروف قول کے مطابق آپ علیہ السلام کی ظاہری حیات مبارکہ 45 سال 5 ماہ اور 20 ایام ہے۔ 35 سال 6 ماہ ولادت باسعادت سے لے کر خلیفہ بننے تک 6 ماہ بطور خلیفۃ المسلمین۔ اور 9 سال 6 ماہ مدینہ منورہ میں اقامت پذیری کے۔

مدّت خلافت

آپ کی خلافت (خلافت راشدہ کی مدت 30 سال مکمل کرنے کے بعد اعلان دستبرداری تک) 6 ماہ اور 12 دن بنتی ہے۔ اس کے بعد معاہدہ صلح ہوا جس کے کچھ احوال و حالات و واقعات تیسرے باب کی حدیث نمبر 40 کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جائے مدفن

آپ علیہ السلام کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور قبر انور جنت البقیع میں ایک

بڑے مقبرے میں سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پہلو میں واقع ہے۔ جہاں 4اور قبور مبارکہ بھی ہیں۔ سیّدنا امام حسن علیہ السلام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں اور آپ کے پہلو میں سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ استراحت فرما ہیں۔ اوران کے بالکل متصل سیّدنا امام محمد الباقر علیہ السلام کی قبر مبارک ہے اوران کے ساتھ سیّدنا امام جعفر الصادق علیہ السلام جلوہ گر ہیں۔

اولادسیّدنا امام حسن علیہ السلام

سیّدنا امام حسن علیہ السلام کی اولاد پاک 31 نفوس قدسیہ پر مشتمل ہے جن میں سے 23 شہزادگان عالی المرتبت ہیں جبکہ بقیہ 8 شہزادیاں ذی والاشان ہیں۔

شہزادگان سیّدنا امام حسن علیہ السلام

1-سیّدنا محمد الاصغر رضی اللہ عنہ، 2-سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ، 3-سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ۔ نوٹ:- یہ تینوں شہزادے کم عمری میں ہی وصال کر گئے تھے۔

4-سیّدنا محمد رضی اللہ عنہ انہی کی مناسبت سے امام حسن کی کنیت ابومحمد تھی، 5-سیّدنا حسن المثنیٰ رضی اللہ عنہ، 6-سیّدنا اسماعیل رضی اللہ عنہ، 7-سیّدنا یعقوب رضی اللہ عنہ، 8-سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، 9-سیّدنا عبداللہ الاکبر رضی اللہ عنہ، 10-سیّدنا حسین الاشرم رضی اللہ عنہ، 11-سیّدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، 12-سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ، 13-سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ، 14-سیّدنا عبدالرحمٰن الاصغر رضی اللہ عنہ، 15-سیّدنا علی الاکبر رضی اللہ عنہ، 16-سیّدنا علی الاصغر رضی اللہ عنہ، 17-سیّدنا عقیل رضی اللہ عنہ، 18-سیّدنا احمد رضی اللہ عنہ، 19-سیّدنا زید رضی اللہ عنہ، 20-سیّدنا عبیداللہ رضی اللہ عنہ، 21-سیّدنا عمرو رضی اللہ عنہ، 22-سیّدنا قاسم رضی اللہ عنہ، 23-سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ۔

نوٹ:- سیّدنا امام حسن علیہ السلام کی نسل پاک صرف دوشہزادوں سیّدنا زید اور

سیّدنا حسن المثنیٰ رضی اللہ عنہما سے آگے چلی۔ باقی صاحبزادوں کی کوئی نسل باقی نہیں رہی۔ سیّدنا زید اور سیّدنا حسن المثنیٰ کی اولاد و اخلاف کی بہت تفصیل ہے ہم اختصار کی خاطر اسی ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

دختران سیّدنا امام حسن علیہ السلام

1-سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (سیّدنا امام محمد الباقر علیہ السلام کی والدہ) 2-سیّدہ اُمّ الحسن رضی اللہ عنہا، 3-سیّدہ اُمّ الخیر رضی اللہ عنہا، 4-سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا، 5-سیّدہ اُمّ عبداللہ رضی اللہ عنہا، 6-سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا، 7-سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا، 8-ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

اولاد امام حسن علیہ السلام کربلاء میں

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ سیّدنا امام حسن علیہ السلام کے تین شہزادے سیّدنا قاسم، سیّدنا ابوبکر اور سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہم میدان کربلاء میں دین حق کی خاطر اپنے چچا جان سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی معیت میں شہادت عظمیٰ کے رتبہ پر فائز ہوئے۔ البتہ علامہ شامی نے لکھا کہ 4 شہزادے شہید ہوئے تھے۔ 3 پہلے اور چوتھے سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بھی میدان کربلاء میں شہید ہوئے۔ واللہ اعلم

4-سیّدنا امام حسین علیہ السلام کا ذکر خیر

ولادت باسعادت

سیّدنا امام حسین علیہ السلام سن 4 ہجری ماہ شعبان المعظم میں پیدا ہوئے۔ معتبر ترین قول کے مطابق آپ علیہ السلام سیّدنا امام حسن علیہ السلام سے عمر مبارک میں 10 ماہ 20 دن چھوٹے تھے۔

وصال/شہادت

سیّدنا امام حسین علیہ السلام 61 ہجری میں 10 محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک

میدان کربلاء میں ظلماً شہید کئے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ علیہ السلام کے 72 جانثاروں نے بھی دشت کربلاء میں شہادت کی سعادت پائی۔ جن میں سے 23 نفوس قدسیہ بنو ہاشم میں سے اولاد سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم، سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور سیّدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جبکہ باقی 49 افراد دیگر اعوان وانصار میں سے تھے۔ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے جانثار شہداء کو 11 محرم الحرام کو قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے میدان کربلاء میں دفنایا۔

امام حسین علیہ السلام کا قاتل

اس حوالے سے دو قول ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ علیہ السلام کو سنان بن انس بن عمرو النخعی نے شہید کیا اور یہی مستند ومشہور قول ہے۔ جبکہ بعض سیرت نگاروں نے قاتل کا نام شمر ذی الجوشن خزاھم اللہ فی الدنیا والآخر بتایا ہے۔

ظاہری عرصہ حیات

سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی ظاہری عمر مبارک مشہور روایات کے مطابق 56 سال، 5 ماہ اور 5 دن بنتی ہے۔ آپ کی اور امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی درمیانی مدت 11 سال 10 ماہ اور 6 دن ہے۔

قبر مبارک

سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کربلاء میں ہے اور یہ بات ہر خاص وعام کو معلوم ہے۔ باقی رہی بات کہ آپ کے سر اقدس کی تدفین کہاں ہوئی؟ اس حوالے سے مؤرخین نے متعدد مقامات کی نشاندہی کی ہے۔ 1- ایک روایت کے مطابق جب آپ کے سر مبارک کو یزید لعین کے سامنے دمشق میں لایا گیا تو اس نے اسے مدینہ منورہ میں اپنے گورنر عمر بن سعید کے پاس بھجوا دیا اور عمر بن سعید نے سر انور کو مقبرے سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ میں حضرت عباس اور سیّدنا امام حسن علیہ السلام کی قبر کے

درمیانی جگہ میں دفن کر دیا۔ 2- جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے سر مبارک کو شہر دمشق کے باہر "باب الفرادیس" کے اندر "مسجد الرأس" میں دفن کیا گیا۔ اور اسی وجہ سے اس مسجد کو "مسجد الرأس" کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد پاک

سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد پاک 8 نفوس قدسیہ پر مشتمل ہے۔ جن میں سے 5 صاحبزادے اور 3 صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادگان سیّدنا امام حسین علیہم السلام

1- سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ۔ جو کربلاء میں اپنے ابا جان کے ساتھ نانا کے دین کی سربلندی کے لئے قربان ہو گئے۔ 2- سیّدنا علی الاصغر رضی اللہ عنہ۔ جو امام زین العابدین علیہ السلام کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ 3- سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ، 4- سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، 5- سیّدنا محمد رضی اللہ عنہ۔

ذخائر العقبیٰ میں علامہ محب الدین طبری نے لکھا ہے کہ "زین العابدین" دراصل "سیّدنا علی الاوسط" کا لقب ہے۔ اور سیّدنا "علی الاصغر" دوسرے صاحبزادے تھے۔ اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں تو پھر سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادوں کی تعداد 5 نہیں بلکہ 6 بنتی ہے۔ جبکہ علماء کی اکثریت پہلے قول کو ہی درست مانتی ہے اور سیرت شامیہ میں بھی اسی مؤقف کی تائید کی گئی ہے۔

سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد پاک صرف امام زین العابدین علیہ السلام سے آگے چلی۔ جبکہ دیگر صاحبزادگان سے کوئی نسل باقی نہیں رہی۔

دختران سیّدنا امام حسین علیہ السلام

1- سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جو سیّدنا حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ علیہما السلام کے عقد میں تھیں۔ اور ان سے سیّدنا عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ 2- سیّدہ سکینہ رضی

اللہ عنہا، 3-سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا۔

طبقات میں علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے سیّدنا علی الاکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہ بنت ابومرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور سیّدنا علی الاصغر یعنی امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ ''ام ولد'' تھیں۔ اور سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی والدہ سیّدہ سلامہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور سیّدہ فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ کا نام اُمّ اسحاق بنت طلحہ ہے۔ جبکہ سیّدنا عبداللہ اور سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سیّدہ رباب بنت امرئ القیس بن عدی رضی اللہ عنہا ہے۔ انتہی

البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیّدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ ''ام ولد'' تھیں اور ان کا نام سلامہ بنت یزدجرد تھا۔ یزدجرد ایرانی بادشاہوں میں سے آخری شہنشاہ تھا۔ کچھ مؤرخین نے ان کا نام غزالہ بھی تحریر کیا ہے اور کچھ سیرت نگار کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ سلامہ ہی تھیں اور ان کا تعلق سندھ (موجودہ پاکستان) سے تھا۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں لکھا ہے کہ سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادگان میں سے دو صاحبزادے میدان کربلاء میں شہید ہوئے۔

علامہ محمد بن حسین الحسنی المکی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الطالب میں لکھا ہے کہ سیّدنا علی اصغر المعروف امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد ماجد سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کبریٰ کے بعد 24 سال زندہ رہے اور واقعہ کربلاء کے وقت ان کی ظاہری عمر مبارک 33 سال تھی۔ اس اعتبار سے ان کی کل عمر مبارک 57 سال بنتی ہے۔ واللہ اعلم

باب ششم

سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر اولاد حقیقی کا بیان

شہزادگان سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علماء ومؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو شہزادے تھے جن کے اسماء گرامی سیّدنا قاسم علیہ السلام اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان دو شہزادوں کے حوالے سے تمام علماء کا متفق علیہ قول یہی ہے۔ البتہ ان دو کے علاوہ باقی شہزادوں کے بارے پانچ طرح کے مختلف اقوال ملتے ہیں:

نمبر 1 - ایک قول یہ ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین شہزادے تھے۔ اور تیسرے صاحبزادے کا اسم گرامی سیّدنا عبداللہ علیہ السلام تھا۔ اوران کی ولادت مبارکہ سیّدنا قاسم علیہ السلام اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے درمیان میں ہوئی تھی۔ اور انہیں تین مختلف ناموں سے ذکر کیا جاتا ہے: i - عبداللہ، ii - طیب، iii - اور طاہر علیہ السلام۔ جیسا کہ صاحب مواہب لدنیہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے اور اکثر ماہرین نسب کا بھی یہی مؤقف ہے۔ جبکہ مشہور محدث حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہی (تین شہزادوں والا) قول اثبت ترین ہے۔

نمبر 2 - دوسرا قول یہ ہے کہ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 4 شہزادے تھے۔

نمبر 3 - تیسرا قول یہ ہے کہ حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 5 شہزادے تھے۔

نمبر 4 - چوتھا قول یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 7 شہزادے تھے۔

نمبر 5 - پانچواں اور آخری قول یہ ہے کہ حضور سیّد الانبیاء علیہ السلام کے 8 شہزادے تھے۔

میرے خیال میں یہ آخری چاروں اقوال ضعیف اور غیر معتبر ہیں صحیح ترین اور درست قول وہی ہے جو پہلے نمبر پر ذکر ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 3 صاحبزادے تھے اسی لئے ہم نے بھی اپنے اس رسالہ "وسیلۃ الغریب" میں اسی قول کی تفصیل نقل کی ہے کیونکہ یہی قول صحیح ہے اور صحیح قول کے مقابلہ میں غیر معتبر اور ضعیف

اقوال کا اعتبار نہیں ہوتا۔

شہزادہ رسول سیّدنا قاسم علیہ السلام کا ذکر خیر

سیّدنا قاسم علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادوں میں سے سب سے بڑے ہیں۔ اور اس بارے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ صاحبزادوں میں سیّدنا قاسم اور صاحبزادیوں میں سیّدہ زینب سلام اللہ علیہم اجمعین سب سے بڑی ہیں۔ البتہ سیّدنا قاسم اور سیّدہ زینب کے حوالے سے یہ اختلاف موجود ہے کہ ان دونوں میں سے کس کی ولادت پہلے ہوئی۔ راجح ترین اور صحیح قول کے مطابق سیّدنا قاسم علیہ السلام کی ولادت باسعادت پہلے ہوئی تھی اور ان کے بعد سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا رونق افروز جہاں ہوئیں۔ سیّدنا قاسم علیہ السلام کی نسبت سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے۔ سیّدنا قاسم کی ولادت و وصال دونوں سرزمین مکہ ہی میں ہوئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک میں سے سب سے پہلے آپ ہی کا وصال ہوا، اور آپ کا وصال بلا اختلاف روایات صغرسنی میں ہی ہو گیا تھا۔ البتہ آپ کی ظاہری عمر وصال کے وقت کتنی تھی......؟ اس بارے میں آراء مختلف ہیں۔ کچھ علماء نے لکھا ہے کہ سیّدنا قاسم علیہ السلام وصال کے وقت گھوڑ سواری، اور اونٹ پر سوار ہونے کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ کچھ علماء نے اس سے کم اور زیادہ بھی لکھا ہے۔ سیّدنا قاسم علیہ السلام کا مزار شریف مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلیٰ میں اپنی والدہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں ہے اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ آپ کی قبر انور طائف میں ہے وہ غیر معتبر وضعیف قول ہے۔ واللہ اعلم

سیّدنا عبداللہ بن محمد علیہما السلام کا تذکرہ خیر

سیّدنا عبداللہ علیہ السلام کے تین نام بتائے جاتے ہیں: i- عبداللہ، ii- طیب، iii- اور طاہر۔ آپ علیہ السلام کی ولادت و وصال سرزمین مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ البتہ یہ اختلاف موجود ہے کہ آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور وصال مبارکہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے ہوا یا بعد میں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی سیّدنا قاسم علیہ السلام کی طرح کم عمری میں ہی وصال فرمایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کی تدفین کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے تو ایک بد بخت، بدخصلت اور بداطوار شخص عاص بن وائل (جس کا تعلق قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنوسہم سے تھا) مکہ کے دوسرے سرداروں سے کہنے لگا: آج محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابتر ہو گئے۔ (نعوذ باللہ) یعنی ان کی نسل ختم ہو گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر کو اسی وقت نازل فرمایا اور اعلان کیا: "اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ٥" کہ اے حبیب لبیب! بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے۔ یعنی یہ عاص بن وائل جو آپ کا سخت دشمن ہے وہی مقطوع النسل ہو گا۔ کیونکہ نسل چلانے اور اسے باقی رکھنے کا مقصد اپنی ذات کا بقاء اور ثناء حسن ہے اور بے شک ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر خیر اور ثناء کو قیامت تک کے لئے جاری فرما دیں گے۔ اور یہ عاص بن وائل نہ خود باقی رہے گا، نہ اس کا ذکر، نہ کوئی تذکرہ کرنے والا، ہاں اگر کوئی اسے یاد کرے گا تو انتہائی حقارت، قبیح انداز اور برے اوصاف سے نام لے گا۔

سیّدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی ولادت کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری اولاد پاک ہیں۔ اور آپ کی ولادت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی بجائے سیّدہ ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہا کے ہاں ہوئی۔ علماء کا اتفاق ہے کہ آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہجرت کے چھٹے سال ماہ ذوالحج میں ہوئی۔ اور آپ کی ولادت مدینہ منورہ سے تھوڑا باہر جہاں بنونضیر کے باغات وغیرہ تھے (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں ہونے کی وجہ سے سیّدہ ماریہ قبطیہ کو ملے تھے) میں ہوئی تھی۔ یہ مکان اور جگہ آج کل (1136 ہجری) "مسربہ ماریہ" کے نام سے مشہور و معروف ہیں ("مسربہ" بالاخانے کو کہتے ہیں) یہ بندہ عاجز (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ)

جب 1136 ہجری میں مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوا، تو اس وقت یہ مبارک جگہ اور مکان دیکھنے کی سعادت ملی۔ (والحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلك) سیّدنا ابراہیم بن محمد علیہما السلام کی دایہ بھی دیگر بہن بھائیوں کی طرح اُمّ رافع سلمٰی رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ اور ان کے شوہر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے جب آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشخبری دینے پر انہیں ایک غلام تحفۃً عطا فرمایا۔

ولادت کے ساتویں روز آپ علیہ السلام کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کیے، سر مبارک سے بال اتروا کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کیا' اور بالوں کو زمین میں دفن کروایا۔ آپ علیہ السلام کے بال اتارنے والے صحابی کا نام "ابوہند رضی اللہ عنہ" تھا جن کا تعلق انصار کے قبیلہ "بنو بیاض" سے تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولادت کے ساتویں روز نام (ابراہیم) رکھا (کچھ علماء نے لکھا ہے کہ پہلے روز نام رکھا) عقیقہ کی ادائیگی کے بعد آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رضاعت کے لئے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو مشہور صحابیہ "ام سیف رضی اللہ عنہا" کے حوالے کیا، اُمّ سیف حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ پیشے کے لحاظ سے حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ لوہار تھے۔ اُمّ سیف رضی اللہ عنہ دودھ پلاتیں اور ابو یوسف رضی اللہ عنہ خدمت و کفالت کا فریضہ نبھاتے۔

آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لا کر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو اٹھاتے، گود میں بٹھاتے، بوسے لیتے اور اکثر سونگھا کرتے تھے۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے وصال تک حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی رہے۔ اور آپ کا وصال ہجرت کے دسویں سال ماہ ربیع الاول کی دس تاریخ کو ہوا۔ بعض علماء نے ماہ رمضان المبارک لکھا ہے۔ پہلے قول کے مطابق ان کی عمر مبارک 14 مہینے اور چند روز بنتی ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق 20 ماہ چند روز بنتے ہیں۔ کچھ روایات اس سے کم

یا زیادہ کی بھی ملتی ہیں۔ روایات کے مطابق سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے وصال سے کچھ دیر پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنی گود مبارک میں لیا، پیار کیا، چوما اور سونگھا۔ جب ان کا وصال مبارک ہوا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود میں ہی تھے۔ آقا کریم کی چشمان مبارک آنسوؤں سے لبریز تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان اطہر پر یہ الفاظ جاری تھے: ''ابراہیم! ہم آپ کی جدائی اور فراق میں بہت غمگین ہیں۔''

جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ نے تو ہمیں گریہ سے منع فرمایا ہے...... اور آج آپ کی چشمان آنسوؤں سے تر ہیں......؟ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عبدالرحمٰن! میں نے آنکھوں سے آنسو بہانے پر منع نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو جذبہ رحمت وشفقت کے آنسو ہیں۔ ہاں البتہ ہاں میں نے نوحہ کرنے، ماتم کرنے یعنی منہ پر ہاتھ مارنے، پیراہن پھاڑنے اور چیخنے چلانے سے منع فرمایا تھا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے غسل اور تجہیز وتکفین کے اہتمام کا حکم فرمایا۔ چنانچہ قبیلہ انصار کے مشہور صحابی حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے اور ان کا اصل نام حضرت ہانی رضی اللہ عنہ ہے نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے مل کر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو غسل دیا۔

غسل وتجہیز وتکفین کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مل کر نماز جنازہ پڑھائی اور 4 تکبیرات کہیں جیسا امام ابویعلیٰ اور علامہ ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت نقل کی ہے۔ نماز جنازہ کی

ادائیگی کے بعد ایک چھوٹی چارپائی جو کہ حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ کے گھر ہی سے لائی گئی تھی پر جسد اطہر کو جنت البقیع میں لایا گیا۔ تدفین کے لئے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قبر مبارک میں اترے۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر انور کے کنارے کھڑے تھے اور چشمان مبارک آنسوؤں سے تر تھیں۔ تدفین سے فراغت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ تفرد بھی ملا کہ آپ ہی وہ پہلی ہستی ہیں جن کی قبر پر پانی چھڑکنے کا اہتمام کیا گیا۔ اسی لئے فقہاء عظام نے قبر پر پانی چھڑکنے کو سنت لکھا ہے۔ شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک ''جنت البقیع'' میں موجود ایک بڑے مزار میں ہے اور اس وسیع مزار پر انوار میں چھ دیگر صحابہ کرام کی قبریں بھی موجود ہیں:

i- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، ii- حضرت سعد بن ابی وقاص (دونوں عشرہ مبشرہ ہیں)، iii- حضرت عبداللہ بن مسعود (افقہ الامت)، iv- حضرت عثمان بن مظعون (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی)، v- حضرت خنیس بن حذافہ سہمی (بنو سہم سے تھے اور سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پہلے شوہر تھے میدان بدر میں زخمی ہو گئے تھے جب انہی زخموں کی وجہ سے ان کا وصال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا)، vi- حضرت اسعد بن زرارہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو انصار کے سردار تھے۔ اور ایک روایت کے مطابق سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ سیّدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر بھی اسی مزار میں ہے۔ **واللہ اعلم**

شہزادہ رسول سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے فضائل ومناقب

آپ کی فضیلت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہی حدیث کافی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر ابراہیم (علیہ السلام) زندہ رہتے تو میرے بعد نبی

ہوتے لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابن عساکر، مسند احمد)

دختران سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ پاک:

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں: i۔ سیّدہ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ii۔ سیّدہ رقیہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، iii۔ سیّدہ اُمّ کلثوم بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور iv۔ سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جو کہ اصح واثبت قول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ سیّدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر چھ کی چھ اولادیں سیّدہ خدیجہ ملیکۃ العرب رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے تھیں۔ جبکہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہوئی تھی۔ اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ باقی تمام اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں اس عالم آب وگل کی زینت بنی جبکہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ تفرد حاصل ہے کہ آپ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی کے ایام میں رونق جہاں بنے۔

ترتیب ولادت اولاد سیّدنا عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ملیکۃ العرب سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہونے والی اولاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترتیب کے حوالے سے عموماً چار اقوال ملتے ہیں۔ صاحب سیرت شامیہ نے علم الانساب کے ماہر زبیر بن بکار کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سب سے پہلے سیّدنا قاسم بن محمد علیہما السلام پیدا ہوئے، پھر سیّدہ زینب بنت محمد، ان کے بعد سیّدنا عبداللہ بن محمد، جنہیں طیب وطاہر کے پاکیزہ القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ پھر سیّدہ اُمّ کلثوم بنت محمد، پھر سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ پیدا ہوئیں اور آپ کے بعد سیّدہ رقیہ بنت محمد علیہم السلام اجمعین پیدا ہوئیں۔ سیرت

شامی کی پوری تحقیق کا نچوڑ یہی ہے۔ جبکہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ کی شرح میں ماہر علم الانساب علامہ ابن الکلبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے سیّدہ زینب کی ولادت ہوئی، پھر سیّدنا قاسم کی، پھر سیّدہ اُمّ کلثوم کی، پھر سیّدہ فاطمہ کی اور ان کے بعد سیّدہ رقیہ کی جبکہ سب سے آخر میں سیّدنا عبداللہ سلام اللہ علیہم اجمعین پیدا ہوئے۔ ان دونوں اقوال کے مطابق سیّدہ رقیہ علیہا السلام کی ولادت سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بعد بنتی ہے۔ البتہ سیرت حلبیہ میں منقول ہے کہ بعض روایات کے مطابق سیّدہ رقیہ کی ولادت سیّدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کے بعد ہوئی تھی۔ اور اسی طرح علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور ساتھ لکھا ہے کہ یہی صحیح ترین قول ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی تمام اولاد کی ولادت کی درمیانی مدت کا فاصلہ ایک سال ہے۔ اور ان تمام شہزادوں اور شہزادیوں کی دایہ حضرت اُمّ رافع سلمیٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی جان سیّدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی تھیں۔ اور ان کے شوہر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کیا تھا۔

واللہ اعلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اولاد پاک میں سے ہر ایک کا عقیقہ فرمایا بیٹوں کی جانب سے ہر بار دو نر مینڈھے ذبح فرماتے۔ رہی یہ بات کہ سیّدنا ابراہیم بن محمد علیہما السلام کے علاوہ دیگر اولاد پاک کی ولادت قبل از اظہار نبوت ہوئی یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار نبوت کے بعد......؟ علامہ محمد اسحاق نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے کہ سیّدنا ابراہیم بن محمد علیہما السلام کے علاوہ باقی تمام اولاد پاک کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار نبوت سے قبل ہوئی۔ اور مکی دور میں پیدا ہونے

والے صاحبزادوں کا وصال مبارک بھی اظہار نبوت سے پہلے ہو چکا تھا۔ جبکہ تمام صاحبزادیاں زمانہ اظہار نبوت کے بعد بھی حیات رہیں اور سب کی سب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی اور اپنے ایمان کا اظہار کیا اور ہجرت مدینہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ ماہرین علم الانساب میں سے زبیر بن بکار نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پاک آپ کے اظہار نبوت کے بعد پیدا ہوئی۔ لیکن یہ ضعیف قول ہے۔ درست اور مشہور قول وہی ہے جو سیرت اسحاق سے منقول کیا ہے۔ واللہ اعلم

سیّدہ زینب بنت محمد علیہا السلام کا ذکر مبارک

سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ چاروں صاحبزادیوں میں سب سے بڑی ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہارِ نبوت سے دس سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری عمر مبارک 30 سال تھی۔ جیسا کہ علامہ ابن اسحاق نے نقل کیا ہے۔ البتہ ابن بکار کا قول اس سے مختلف ہے۔ سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا نے زمانہ اسلام کو پایا، اپنے ایمان کا اظہار کیا، اور ان کا نکاح اپنے خالہ زاد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا اصل نام لقیط بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ اور آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی بہن ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے۔ سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا نکاح کے بعد مکہ مکرمہ میں ہی قیام فرما رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری عمر مبارک ترپین سال میں جب ہجرت فرمائی تو بھی سیّدہ زینب مکہ میں ہی قیام فرما رہیں تا آنکہ سن دو ہجری میں غزوہ بدر پیش آیا، اور اس غزوہ میں کفار مکہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو بھی زبردستی ساتھ لے گئے۔ اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ حضرت ابوالعاص دیگر لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے احسان کا معاملہ فرماتے ہوئے فدیہ لے کر تمام جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کا اعلان فرمایا۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو آزاد کرتے وقت ان سے وعدہ لیا کہ وہ مکہ جا کر سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی اجازت دیں گے' چنانچہ مکہ مکرمہ واپس پہنچ کر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے عہد کی پاسداری کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ساتھ آنے والے صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ تھے، کے ساتھ سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت زید اور ایک اور صحابی جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مقصد کی خاطر مکہ بھیجا تھا' سیّدہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اونٹ پر سفر کیا اور غزوہ بدر کے تقریباً ایک ماہ بعد یا کچھ مزید عرصہ بعد مدینہ منورہ پہنچیں۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کچھ سال مکہ مکرمہ میں ہی رہے اور 6 یا 7 ہجری کو اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کا ان سے نکاح جدید کر کے ان کے پاس واپس کر دیا۔ البتہ کچھ علماء نے نکاح اول کے برقرار رہنے کی بھی تصریح کی ہے۔ لیکن پہلا قول راجح ہے۔ سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کی ایک صاحبزادی سیّدہ امامہ بنت ابو العاص اور ایک صاحبزادے سیّدنا علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہما تھے۔ سیّدنا علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہما بلوغت کے قریب قریب عمر میں فوت ہوئے۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ کی شرح میں ان کو صحابی بن صحابی لکھا ہے (یعنی وہ بھی صحابی تھے او ان کے والد ابو العاص بھی صحابی ہیں) حضرت علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہما فتح مکہ 8 ہجری کے دن اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے (ردیف تھے) اس کے بعد ان کا وصال ہوا۔ سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا اس سے قبل وصال فرما چکی تھیں البتہ ان کے والد ابو العاص رضی اللہ عنہ زندہ تھے۔

سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کی صاحبزادی سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت محبت تھی، نماز کے وقت بھی انہیں اپنے دوش مبارک پر اٹھاتے تھے جب رکوع میں جاتے تو انہیں زمین پر بٹھا لیتے اور سجدہ کی ادائیگی کے بعد انہیں پھر کندھوں پر اٹھا لیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوران نماز اس فعل مبارک کے حوالے سے علماء نے بہت کچھ لکھا ہے کہ کیا ایک عام شخص کے لئے بھی دوران نماز یہ افعال بجالانا جائز ہے...... یا نہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ فعل مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص تھا کسی اور کے لئے جائز نہیں...... اس کے علاوہ بھی متعدد اقوال اور جوابات موجود ہیں جنہیں کتب فقہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا اپنی خالہ جان سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے وصال مبارک کے بعد سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے عقد میں آئیں کیونکہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ایسا کرنے کی سیّدنا علی المرتضیٰ کو وصیت کی تھی۔ البتہ سیّدنا علی المرتضیٰ سے ان کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اسی لئے سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کی کوئی اولاد یا نسل باقی نہ رہی۔

سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کا وصال 8 ہجری مدینہ منورہ میں ہوا، اور مدینہ منورہ کی غاسلہ حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں غسل دیا۔ اور ان کے ساتھ حضرت اُمّ ایمن، حضرت اُمّ سلمہ، حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن بھی شامل تھیں۔ نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پڑھائی اور تدفین کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے شوہر حضرت ابو العاص قبر میں اترے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک جنت البقیع میں ایک مزار میں موجود ہے جہاں آپ کے ساتھ آپ کی دیگر دو بہنوں سیّدہ اُمّ کلثوم اور سیّدہ رقیہ سلام اللہ علیہا کی قبریں بھی ہیں۔ آپ سلام اللہ علیہا کے مزار کے ایک جانب سیّدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا اور ایک طرف سیّدنا عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے مزارات ہیں۔

سیّدہ رقیہ بنت محمد علیہا السلام کا ذکرِ خیر

سیّدہ رقیہ سلام اللہ علیہا کی ولادت سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کے تین سال بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری عمر 33 سال تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ہی ان کا نکاح سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔ اکثر علماء نے یہی لکھا ہے کہ اظہار نبوت کے بعد یہ نکاح ہوا۔ اور یہی قول صحیح ہے۔

سیّدہ رقیہ بنت محمد علیہا السلام کو اللہ نے بہت حسن و جمال سے نوازا تھا۔ اور ان کا نکاح بھی عرب کے حسین ترین شخص سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا اس لئے اس زمانہ میں لوگ کہا کرتے تھے: ہم نے ان دونوں ہستیوں جیسا حسن و جمال اور فضل و کمال والا جوڑا کبھی نہیں دیکھا۔

سیّدہ رقیہ سلام اللہ علیہا نے سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو بار ہجرت کی سعادت حاصل کی ایک بار حبشہ کی جانب اور ایک بار مدینہ کی جانب اسی لئے آپ کو ''صاحبۃ ذی الہجرتین'' کہا جاتا ہے۔ سیّدہ رقیہ سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی جن کا نام عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما تھا۔ اور انہی کی نسبت سے سیّدنا عثمان غنی کی کنیت ''ابو عبداللہ'' تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال بچپن میں ہی 4 ہجری کو اپنی والدہ کے وصال کے بعد ہوا تھا۔ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگا مارا تھا جس کی وجہ سے ان کا وصال ہو گیا اور اس وقت ان کی عمر 6 سال تھی۔ سیّدہ رقیہ سلام اللہ علیہا کا وصال 2 ہجری رمضان المبارک میں ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جا چکے تھے۔ سیّدہ رقیہ ''مرض حصبہ'' (جدری کی طرح کا مرض) میں مبتلا تھیں، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں ان کی دیکھ بھال کے لئے رکنے کا حکم دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عثمان! آپ مدینہ میں سیّدہ رقیہ کی

دیکھ بھال کے لئے رک جائیں، آپ کو بدر میں شامل ہونے والوں کے برابر اجر ہوگا اور پھر مال غنیمت میں سے بھی انہیں بدری صحابہ کے برابر حصہ دیا۔ فتح الباری میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب غزوہ بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر حاضر ہوئے تو اس وقت اہل مدینہ سیّدہ رقیہ سلام اللہ علیہا کی تجہیز و تکفین اور تدفین سے فارغ ہو کر واپس لوٹ رہے تھے۔ واللہ اعلم

سیّدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کا تذکرہ پاک

سیّدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کی کنیت ہی آپ کا اصل نام ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اظہار فرمایا، تو اپنی دیگر بہنوں کے ساتھ ہی آپ سلام اللہ علیہا نے بھی اپنا اسلام ظاہر فرما دیا۔ ہجرت مدینہ کے پہلے سال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہما کو پانچ سو درہم اور اونٹ دے کر بھیجا تا کہ وہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا، سیّدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا، سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ آجائیں، تو اس وقت سیّدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا بھی مدینہ منورہ آگئیں۔ مدینہ منورہ میں 2 ہجری کو جب آپ کی بہن سیّدہ رقیہ زوجہ سیّدنا عثمان غنی کا وصال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیّدہ اُمّ کلثوم کا نکاح سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی آسمانی کے سبب ہجرت کے تیسرے سال ربیع الاول میں ان کا نکاح سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اور پھر فرمایا: بے شک حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں سیّدہ اُمّ کلثوم کا نکاح سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کروں۔ اور اگر میری 100 بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ایک کے وصال کے بعد دوسری کا نکاح سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کرتا جاتا۔ (ریاض النضرہ علامہ طبری)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب لدنیہ میں تصریح کی ہے کہ سیّدہ اُمّ

کلثوم سلام اللہ علیہا کی سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ تقریباً 6 سال اور 6 ماہ ان کے نکاح میں رہ کر بالآخر 9 ہجری ماہ شعبان المعظم میں وصال فرما گئیں۔ آپ سلام اللہ علیہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی جان سیّدہ صفیہ بنت عبد المطلب، سیّدہ اسماء بنت عمیس اور حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہن نے مل کر غسل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خواتین سے فرمایا: انہیں وتر یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار اگر ضرورت ہو تو اس سے زیادہ بار غسل دیں اور پانی کو بیری کے پتے ڈال کر ابال لیں۔ البتہ آخری بار غسل دینے کے لئے پانی میں کافور ڈال لیں۔ اور پھر فرمایا: غسل سے فارغ ہو کر مجھے خبر کریں۔ حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیّدہ کے غسل سے فارغ ہوئیں تو آقا جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نیچے والی چادر ہمیں دی اور فرمایا: اس چادر کو دیگر کفن کے کپڑوں سے اندر رکھیں۔ یہ سیّدہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبرک تھا۔ کفن مکمل ہونے کے بعد آپ کے جسد مبارک کو جنت البقیع لایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور پھر بقیع شریف میں ہی تدفین ہوئی۔ سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، سیّدنا فضل بن عباس، سیّدنا اسامہ بن زید اور سیّدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہم قبر میں اترے۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ اور آنکھوں سے اشک ہائے رحمت جاری تھے۔ آپ کی قبر اپنی دوسری دو بہنوں کے ساتھ مزار میں موجود ہے جس مزار کو آج کل (یعنی 1136 ہجری) لوگ ''مقبرۃ بنات المکرمات'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کا مقبرہ کہتے ہیں۔ یہ جگہ زیارت گاہ عام ہے۔ یہ آخری کلام تھا۔

والحمد للہ تعالیٰ علی الختام والصلوٰۃ والسلام علی سیّدنا محمد خیر الأنام وعلیٰ آلہ العظام وصحبہ الکرام۔

مطبوعات

- تفسیر الجیلانی (اُردو)
- برہان القرآن فی مراٰۃ الرحمٰن
- اسرارُ الحقیقت فی تبیانِ الطریقت
- الارشادُ المدام فی تبیانِ الاسلام
- حُجّۃُ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ (اُردو)
- مَطالع المَسرّات شرح دلائل الخیرات
- مظہر لاریب اُردو ترجمہ شرح فتوح الغیب
- تفسیر عزیزی (اُردو 4 جلد)
- برکات روحانی اُردو ترجمہ طبقات الکبریٰ
- الیواقیت والجواہر
- جناتِ عدن اُردو ترجمہ لطائف المنن
- انوار الصدیق ترجمہ عمدۃ التحقیق فی بشائرِ آلِ صدیق
- فیوض العارفین اُردو ترجمہ نزہۃ الناظرین
- الابریز
- ذخیرۃ الملوک (اُردو)
- البرہان فی خصائص حبیبُ الرحمٰن
- عطائے حبیب فقہی مسائل کا مجموعہ (سوالاً جواباً) (3 جلد)
- فضائل و مسائل درود شریف
- جمالِ مصطفائی مظہر انوارِ الٰہی (مجموعہ درود پاک)
- شفاء السقام فی زیارت خیر الانام
- حضور نبی اکرم ﷺ بحیثیت منتظم اعلیٰ
- لمعاتِ مصطفیٰ ﷺ (یعنی حضور کے خدائی جلوے)
- وہ جو مر کے پھر زندہ ہوئے (جدید تخریج شدہ)
- اللہ و رسولہ اعلم (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں)
- سِرُّ الشہادتین (عربی/اُردو، جدید تخریج شدہ)
- شب برات کے فضائل و دلائل
- ایمان کی شاخیں تلخیص و ترجمہ شعب الایمان
- تنبیہ الغافلین (دو جلد)
- شہادت نواسۂ سیّد الابرار و مناقب آل نبی المختار
- شرح قصیدۂ غوثیہ
- یارانِ مصطفیٰ مع وارثانِ خلافتِ راشدہ
- قرآن اور حاملین قرآن
- کواکب سبعہ
- کربل کی ہے یاد آئی
- فضائل و مسائلِ نماز
- فضائل و مسائل صیام و رمضان
- الدروس العشرہ فی سورۃ الفاتحہ
- عبرت ناک قرآنی قصے
- سیرت رسولِ ہاشمی ﷺ
- تذکرہ قرآنی خواتین
- تجلیات المدینۃ المنورۃ
- ازواج الرسول اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن
- تجلیات سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- تجلیات سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
- تجلیات سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ
- تجلیات سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11- گنج بخش روڈ، لاہور
✆ 37313885